عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ کا ترجمان

INTERNATIONAL URDU WEEKLY KHATM-E-NUBUWWAT KARACHI PAKISTAN

ہفت روزہ ختم نبوۃ

جلد نمبر ۲۰ | یکم تا ۷ رمضان المبارک ۱۴۲۲ھ بمطابق ۱۶ تا ۲۲ / نومبر ۲۰۰۱ء | شمارہ نمبر ۲۶

قرآن کی تصویر

حیات عیسیٰ علیہ السلام اور مثیل مسیح کا قادیانی ڈھونگ

مرزا طاہر کی اسلام دشمن سرگرمیاں
انتہائی توجہ کی ضرورت!

سیرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور فرد کی آزادی

الشکور جل جلالہ
توضیح و تشریح

Email: editorkn@yahoo.com
Website: http://www.khatme-nubuwwat.org

قرآن پاک میں "احمد" کا مصداق کون ہے؟

س:...... قرآن پاک میں ۲۸ ویں پارے میں سورۂ صف میں موجود ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ: "میرے بعد ایک آئے گا اور اس کا نام احمد ہوگا" اس سے مراد کون ہیں؟ جبکہ قادیانی، مرزا قادیانی مراد لیتے ہیں؟

ج:...... اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں، کیونکہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میرے کئی نام ہیں، میں محمد ہوں، اور میں احمد ہوں۔" (مشکوٰۃ صفحہ ۵۱۵) قادیانی چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہیں رکھتے، اس لئے وہ اس کو بھی نہیں مانیں گے۔

قادیانیوں کے ساتھ اشتراک تجارت اور میل ملاپ حرام ہے:

س:...... کیا فرماتے ہیں علمائے کرام مندرجہ ذیل مسئلہ میں!

قادیانی اپنی آمدنی کا دسواں حصہ اپنی جماعت کے مرکزی فنڈ میں جمع کراتے ہیں جو مسلمانوں کے خلاف تبلیغ اور ارتدادی مہم پر خرچ ہوتا ہے چونکہ قادیانی مرتد کافر اور دائرہ اسلام سے متفقہ طور پر خارج ہیں۔ تو کیا ایسے میں ان کے اشتراک سے مسلمانوں کا تجارت کرنا یا ان کی دکانوں سے خرید و فروخت کرنا یا ان سے کسی قسم کے تعلقات یا راہ و رسم رکھنا از روئے اسلام جائز ہے؟

ج:...... صورت مسئولہ میں اس وقت چونکہ قادیانی کافر محارب اور زندیق ہیں اور اپنے آپ کو غیر مسلم اقلیت نہیں سمجھتے بلکہ عالم اسلام کے مسلمانوں کو کافر کہتے ہیں۔ اس لئے ان کے ساتھ تجارت کرنا خرید و فروخت کرنا ناجائز و حرام ہے، کیونکہ قادیانی اپنی آمدنی کا دسواں حصہ لوگوں کو قادیانی بنانے میں خرچ کرتے ہیں، گویا اس صورت میں مسلمان بھی سادہ لوح مسلمانوں کو مرتد بنانے میں ان کی مدد کر رہے ہیں لہٰذا کسی بھی حیثیت سے ان کے ساتھ معاملات ہرگز جائز نہیں۔ اسی طرح شادی، غمی، کھانے پینے میں ان کو شریک کرنا، عام مسلمانوں کا اختلاط، ان کی باتیں سننا، جلسوں میں ان کو شریک کرنا، ملازم رکھنا، ان کے ہاں ملازمت کرنا یہ سب کچھ حرام بلکہ دینی حمیت کے خلاف ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

قادیانیوں سے میل جول رکھنا:

س:...... میرا ایک سگا بھائی جو میرے ایک اور سگے بھائی کے ساتھ مجھ سے الگ اپنے آبائی مکان میں رہتا ہے۔ محلّے کے ایک قادیانی کے گھر والوں سے شادی غمی میں شریک ہوتا ہے۔

میرے منع کرنے کے باوجود وہ اس قادیانی خاندان سے تعلق توڑنے پر آمادہ نہیں ہوتا میں اپنے بھائیوں میں سب سے بڑا ہوں اور الگ کرائے کے مکان میں رہتا ہوں۔ والد صاحب انتقال کر چکے ہیں۔ والدہ اور بہنیں میرے اس بھائی کے ساتھ رہتی ہیں۔

اب میرے سب سے چھوٹے بھائی کی شادی ہونے والی ہے۔ میرا اصرار ہے کہ وہ شادی میں اس قادیانی گھر کو مدعو نہ کریں، لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایسا نہیں کریں گے۔

اب سوال یہ ہے کہ میرے لئے شریعت اور اسلامی احکامات کے رو سے بھائیوں اور والدہ کو چھوڑنا ہوگا یا میں شادی میں شرکت کروں تو بہتر ہوگا۔ اس صورت حال میں جو بات صائب ہو۔ اس سے براہ کرم شریعت کا منشا واضح کریں؟

ج:...... قادیانی مرتد اور زندیق ہیں اور ان کو اپنی تقریبات میں شریک کرنا دینی غیرت کے خلاف ہے اگر آپ کے بھائی صاحبان اس قادیانی کو مدعو کریں تو آپ اس تقریب میں ہرگز شریک نہ ہوں۔ ورنہ آپ بھی قیامت کے دن محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مجرم ہوں گے۔ واللہ اعلم۔

قادیانیوں کی تقریب میں شریک ہونا:

س:...... اگر پڑوس میں زیادہ اہلسنت جماعت رہتے ہوں چند گھر قادیانی فرقے کے ہوں ان لوگوں سے بوجہ پڑوسی ہونے کے شادی بیاہ میں کھانا پینا ایسے راہ و رسم رکھنا جائز ہے یا نہیں؟

ج:...... قادیانیوں کا حکم مرتدین کا ہے ان کو اپنی کسی تقریب میں شریک کرنا یا ان کی تقریب میں شریک ہونا جائز نہیں قیامت کے دن خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس کی جواب دہی کرنی ہوگی۔

☆☆ ☆☆

http://www.khatme-nubuwwat.org

ہفت روزہ ختم نبوة

مدیر اعلیٰ: مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری
نائب مدیر اعلیٰ: مولانا مفتی محمد جمیل خان
مدیر: مولانا اللہ وسایا

سرپرست اعلیٰ: حضرت خواجہ خان محمد مدظلہ
سرپرست: حضرت سید نفیس الحسینی مدظلہ

جلد: ۲۰ یکم تا ۷ رمضان المبارک ۱۴۲۲ھ بمطابق ۱۹ تا ۲۳ نومبر ۲۰۰۱ء شمارہ: ۲۶

☆ بیاد ☆

☆ امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ
☆ خطیب پاکستان قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ
☆ مجاہد اسلام حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ
☆ مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اخترؒ
☆ محدث العصر مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ
☆ فاتح قادیان حضرت اقدس مولانا محمد حیاتؒ
☆ شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ
☆ امام اہل سنت حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰنؒ
☆ حضرت مولانا محمد شریف جالندھریؒ
☆ مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا تاج محمودؒ

مجلس ادارت

مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر، مولانا عبدالرحیم اشعر، مفتی نظام الدین شامزئی، مولانا نذیر احمد تونسوی، مولانا سعید احمد جلال پوری، علامہ احمد میاں حمادی، مولانا منظور احمد الحسینی، صاحبزادہ طارق محمود، مولانا محمد اسمٰعیل شجاع آبادی، مولانا محمد اشرف کھوکھر

سرکولیشن منیجر: محمد انور رانا، ناظم مالیات: جمال عبدالناصر شاہد
قانونی مشیران: حشمت حبیب ایڈووکیٹ، منظور احمد ایڈووکیٹ
ٹائٹل و تزئین: محمد ارشد خرم، محمد فیصل عرفان

اس شمارے میں

مرزا طاہر کی اسلام دشمن سرگرمیاں۔ انتہائی توجہ کی ضرورت! .... (اداریہ) 4
حیات مسیح علیہ السلام اور مثیل مسیح کا قادیانی ڈھونگ .... (حضرت مولانا اللہ وسایا) 7
قرآن کی تصویر .... (مفتی اعظم مفتی ولی حسن) 11
توضیح و تشریح الشکور جل جلالہ .... (مولانا محمد اشرف کھوکھر) 16
سیرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور فرد کی آزادی .... (مولانا عبدالمجید) 18
شہادت ہے مطلوب و مقصود مومن .... (مولانا عزیز الرحمٰن رحمانی) 25

زر تعاون بیرون ملک

امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا: ۱۹۰ ڈالر
یورپ، افریقہ: ۱۷۰ ڈالر
سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، بھارت، مشرق وسطیٰ، ایشیائی ممالک: ۹۰ امریکی ڈالر

زر تعاون اندرون ملک

فی شمارہ: ۷ روپے
ششماہی: ۱۷۵ روپے
سالانہ: ۳۵۰ روپے

چیک / ڈرافٹ بنام ہفت روزہ ختم نبوت الائیڈ بینک پرانی نمائش اکاؤنٹ نمبر ...... کراچی پاکستان ارسال کریں

لندن آفس:
35, Stockwell Green,
London, SW9 9HZ U.K.
Ph: 0207-737-8199

مرکزی دفتر: حضوری باغ روڈ ملتان
فون: ۵۱۴۱۲۲-۵۸۳۴۸۶ فیکس: ۵۴۲۲۷۷
Hazoori Bagh Road, Multan.
Ph:583486-514122 Fax:542277

رابطہ دفتر: جامع مسجد باب الرحمت (ٹرسٹ)
ایم اے جناح روڈ کراچی فون: ۷۷۸۰۳۳۷ فیکس: ۷۷۸۰۳۴۰
Jama Masjid Bab-ur-Rehmat (Trust)
Old Numaish M.A. Jinnah Road, Karachi
Ph:7780337 Fax:7780340

ناشر: عزیز الرحمٰن جالندھری | طابع: سید شاہد حسن | مطبع: القادر پرنٹنگ پریس | مقام اشاعت: جامع مسجد باب الرحمت ایم اے جناح روڈ کراچی

اداریہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مرزا طاہر کی اسلام دشمن سرگرمیاں' انتہائی توجہ کی ضرورت!

مرزا غلام احمد قادیانی کا شروع دن سے یہ وطیرہ تھا کہ وہ مسلمانوں کو نقصان پہنچانے اور مسلمانوں کی مصیبت اور تکلیف پر خوشی کا اظہار کرتا تھا اور اس کی پوری کوشش ہوتی تھی کہ کسی نہ کسی طرح سے مسلمانوں کو ختم کیا جائے۔ یہی وجہ تھی کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے تحریک آزادی میں حصہ لینے والے مسلمانوں کے خلاف انگریز حکومت کو مطلع کیا بلکہ جہاد کو حرام قرار دیا اس نے جہاد کے خلاف بہت سی کتابیں لکھیں۔ مسلمانوں کی ناکامی پر مرزائیوں نے گھی کے چراغ جلائے۔ بیت المقدس کو نقصان پہنچا تو خوشیاں منائیں گئیں۔ انگریزوں نے علماء کرام کو شہید کیا تو مرزا غلام احمد قادیانی نے اس کو اپنی حقانیت کی نشانی قرار دیا' غرض مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کی امت کا یہ وطیرہ رہا کہ ہر طرح سے مسلمانوں کو نقصان پہنچایا جائے اور مسلمانوں کی مصیبت پر خوشی کا اظہار کیا جائے۔ یہی صورت حال حکیم نورالدین' مرزا بشیرالدین محمود کے زمانے میں رہی اور مرزا بشیرالدین محمود نے تو تحریک پاکستان کو ناکام بنانے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا اور مسئلہ کشمیر میں قادیانی قوم کا نام غیر مسلموں کی فہرست میں لکھوا دیا تاکہ مسلمانوں کی تعداد کم ہونے کی بنا پر کشمیر پاکستان کے حصہ میں نہ آئے۔ جب قادیانی گروہ قیام پاکستان کی مخالفت میں ناکام ہو گیا اور پاکستان بن گیا تو مرزا بشیرالدین نے کوششیں شروع کر دیں کہ کسی طرح پاکستان دوبارہ ہندوستان میں شامل ہو جائے اور اکھنڈ بھارت کا خواب شرمندہ تعبیر ہو۔ تمام تر کوششوں کے باوجود مجلس احرار اسلام اور علماء تحفظ ختم نبوت کی بھرپور مزاحمت سے قادیانیوں کا یہ منصوبہ خاک میں مل گیا اور امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اعلان کیا کہ مرزا بشیرالدین کی یہ خواہش اس کے جھوٹے باپ مرزا غلام احمد قادیانی کی طرح جھوٹی ثابت ہوگی اور پاکستان دوبارہ نہ ہندوستان میں شامل ہوگا اور نہ ہی قادیانی اسٹیٹ بنے گا۔ یہ مسلمانوں کا ملک اور یہاں عقیدہ ختم نبوت کے ترانے گونجیں گے۔ مرزا بشیرالدین محمود کے بعد مرزا ناصر نے مرزا غلام احمد قادیانی کے منصوبوں کو پورا کرنے کی کوشش کی اور فوج کی کلیدی آسامیوں پر قبضہ کر کے اور پاکستان کو سخت نقصان پہنچانے کا کام شروع کر دیا۔ پاکستان کے خلاف ہندوستان کی ۶۵ء کی جنگ میں چناب نگر (ربوہ) میں بلیک آؤٹ نہیں ہوتا تھا جس کی وجہ سے دریائے چناب کے پل پر کئی مرتبہ بمباری ہوئی۔ غرض مرزا ناصر نے پاکستان میں ایک الگ اسٹیٹ قائم کر لی۔ پاکستان کو دو ٹکڑے کرنے کے بعد قادیانیوں نے پاکستان پر قبضہ کرنے کی منظم مہم شروع کی۔ مرزا ناصر نے سالانہ جلسہ کے موقع پر فضائیہ کے جہازوں کی سلامی لی۔ چناب نگر ریلوے اسٹیشن پر نہتے مسلمان طلباء پر حملہ کرایا تو حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ حضرت مولانا مفتی محمودؒ اور دیگر علماء اسلام اور حزب اختلاف کے رہنماؤں کی مشترکہ جدوجہد سے مرزا ناصر کے اس منصوبہ کو خاک میں ملا کر پاکستان کے

تحفظ کا فریضہ انجام دیا گیا۔ مرزا ناصر کچھ عرصہ بعد اسی صدمہ سے جہنم رسید ہوا' بعد ازاں ایک سازش کے ذریعے مرزا طاہر قادیانیت کا سربراہ بنا اور قادیانی جماعت کو یرغمال بنانے پر اس سربراہ کے مکروفریب اور جھوٹ اور کذب بیانی میں ریکارڈ قائم کیا۔ دنیا میں اب تک جتنے سازشی عناصر پیدا ہوئے مرزا طاہر ان سب سے بازی لے گیا ہے۔ اس نے آتے ہی سازشوں کا جال پھیلا دیا اور پاکستان کو تباہ کرنے کی سازشیں شروع کردیں۔ ادھر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت بھی میدان عمل میں اتر آئی۔ مرزا طاہر نے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مبلغین کے قتل کا حکم دیا۔ اس سلسلے میں مولانا اسلم قریشی کو اغوا کیا گیا۔ جس کے نتیجے میں چلنے والی تحریک نے جنرل ضیاء الحق کو امتناع قادیانیت آرڈیننس جاری کرنے پر مجبور کردیا۔ مرزا طاہر لندن فرار ہوا اور لندن پہنچتے ہی اس نے سیٹلائٹ کے ذریعے پاکستان' اسلام اور علماء کرام کے خلاف پروپیگنڈہ شروع کردیا جھوٹ اور مکر کا سہارا لے کر قادیانیوں کی مردم شماری میں کھربوں کے حساب سے اضافہ شروع کردیا جس کا قادیانیت سے تائب ہونے والے پروفیسر منور احمد ملک نے پول کھول دیا۔ بہرحال مرزا طاہر ہر سال یہ اعلان کرتے رہے کہ اس سال پاکستان ختم ہوجائے گا۔ یہ سال مولویوں کی بربادی کا سال ہے۔ جنرل ضیاء الحق کی شہادت' ذوالفقار علی بھٹو کی پھانسی' نواز شریف اور بے نظیر کی حکومتوں کے خاتمے پر قادیانیوں نے خوشیوں کا اظہار کیا۔ بیت اللہ شریف پر قبضہ کے موقع پر بھی قادیانیوں نے گھی کے چراغ جلائے تھے۔ بہرحال بات ہو رہی تھی مرزا طاہر کی کہ وہ ہر سال پاکستان اور اسلام کو ختم کرنے کی باتیں کرتے رہتے ہیں۔ اب جب سے سرزمین افغانستان کی ایک اسلامی مملکت کو ختم کرنے کے لئے امریکہ نے جارحیت کا ارتکاب کیا ہے۔ پاکستان کی دینی جماعتوں نے اس کی بھرپور مذمت کی جبکہ دیگر اسلامی ممالک میں اور امریکی جارحیت کے خلاف مظاہرے ہوئے اور افغانی مسلمانوں کے ساتھ یکجہتی کا مظاہرہ کیا مگر ہماری اطلاعات کے مطابق قادیانیوں کو خفیہ طور پر خوشیاں منانے اور طالبان کے مخالفین کو مدد پہنچانے کی کوشش کی۔ باخبر ذرائع سے معلوم ہوا کہ مرزا طاہر نے خفیہ طور پر قادیانیوں کو حکم دیا ہے کہ چونکہ سرزمین افغانستان پر سب سے پہلے ایک قادیانی کو مرتد ہونے کی سزا دی گئی۔ طالبان حکومت نے قادیانیوں کو مرتد قرار دے کر واجب القتل ہونے کا قانون نافذ کیا۔ اس لئے تمام قادیانی' طالبان حکومت کو ختم کرنے کی حمایت کریں۔ پوری دنیا میں قادیانی مسلمانوں کے خلاف مذموم پروپیگنڈوں کی مہم میں پیش پیش ہیں۔ ایسی صورت میں مسلمانوں کو بہت ہوشیار رہنے کی ضرورت ہے' طالبان اسلام کے تحفظ و بقا کی جنگ لڑ رہے ہیں ایسی صورت میں ہر مسلمان کی ذمہ داری ہے کہ وہ قادیانیوں کی اسلام دشمنی پر گہری نگاہ رکھیں۔ جس طرح مرزا غلام احمد قادیانی سے لے کر اب مرزا طاہر تک ان کے تمام منصوبوں کو خاک میں ملایا گیا اسی طرح اس مذموم منصوبہ کو بھی خاک میں ملا دیا جائے گا (انشاء اللہ۔)

ضروری اعلان

اندرون و بیرون کراچی تمام ہفت روزہ ''ختم نبوت'' کے رفقاً کرام کے نام بقایا جات کے یاددہانی کے خطوط ارسال کردیئے گئے ہیں۔

ان احباب سے درخواست کی جاتی ہے کہ جن کے نام بقایا جات' واجب الادا ہیں وہ فوراً اپنی رقم بنام: ہفت روزہ ''ختم نبوت'' کراچی منی آرڈر چیک یا ڈرافٹ کی شکل میں ارسال کریں۔

یاد رہے کہ جلد نمبر ۲۰ شمارہ نمبر ۹ سے بوجہ ہوشربا گرانی' کاغذ و ڈاک خرچ رسالہ کی قیمت میں اضافہ کردیا گیا ہے۔

نیا سالانہ زرتعاون : ۳۵۰ روپے ہے' اس حساب سے رقم ارسال فرمائیں۔

نوٹ : اپنے خریداری نمبر کی وضاحت بھی ضرور کریں۔ شکریہ (ادارہ ختم نبوت)

مدرسہ عربیہ سعدیہ

خانقاہ سراجیہ مجددیہ ڈاکخانہ کندیاں ضلع میانوالی

کا مختصر تعارف

مدرسہ عربیہ سعدیہ کی بنیاد اس وقت رکھی گئی جب ۱۹۲۰ء میں خانقاہ سراجیہ کا وجود مسعود منظر شہود پہ آیا تا کہ سالکین طریقت و طالبان حق روحانی تربیت کے ساتھ ساتھ دینی تعلیم بھی حاصل کر سکیں اور ظاہری و باطنی خوبیوں سے آراستہ ہو سکیں۔ آغاز ہی سے خانقاہ کی طرح مدرسہ کو بھی نابغہ روزگار ذوات قدسیہ کی سرپرستی حاصل رہی ہے۔ چنانچہ مدرسہ کے بانی اور سرپرست اول مجدد دوراں قیوم زماں حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ تھے جو سراج الملۃ حضرت مولانا سراج الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ اجل اور خانقاہ سراجیہ کے مؤسس ہیں۔ ۱۹۴۱ء میں جب ان کا انتقال ہوا تو ان کے خلیفہ ارشد حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ادارہ کی سرپرستی فرمائی۔ جب ۱۹۵۶ء میں ان کا انتقال ہوا تو ان کے خلیفہ اکرام سجادہ نشین خانقاہ سراجیہ حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب دامت برکاتہم امیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت اس وقت سے اب تک سرپرستی فرما رہے ہیں۔ بحمداللہ اس طویل عرصہ میں ادارہ اخلاص کے ساتھ اس پسماندہ علاقے میں دینی کام تعلیم و تربیت میں فعال حیثیت رکھتا ہے۔ جید علماء کرام و قراء عظام نے تدریسی خدمات سرانجام دی ہیں۔ اس وقت پانچ اساتذہ کرام محنت و لگن کے ساتھ کام کر رہے ہیں جن میں دو اساتذہ درجہ قرآن میں اور تین شعبہ کتب میں مصروف ہیں۔

ایک سو چالیس کے قریب طلبہ کرام زیر تعلیم ہیں جن کے مکمل اخراجات کھانا، بستر، چارپائی، علاج معالجہ اور ماہانہ وظیفہ کا مدرسہ کفیل ہے توکلاً علی اللہ اور خانقاہ شریف کے متوسلین اور آپ جیسے اہل دل اور دینی جذبہ رکھنے والے احباب کے دامے، درمے، قدمے، سخنے تعاون سے تمام ضروریات پوری ہو رہی ہیں اور آئندہ بھی انشاء اللہ یہ حضرات اپنے اس ادارہ سے خصوصی تعاون فرماتے رہیں گے، چونکہ مدرسہ کی موجودہ عمارت بہت پرانی اور ناکافی ہے، نئی تعمیر کا کام شروع کرنا بھی عزائم میں ہے۔ آپ جیسے مخلص احباب سے امید قوی ہے کہ ادارہ کے ساتھ ہر لحاظ سے تعاون فرما کر حوصلہ افزائی فرمائیں گے۔ اللہ تعالیٰ اجر عظیم عطا فرمائے۔ آمین۔

ترسیل زر کے لئے پتہ اور بینک اکاؤنٹ:

مسلم کمرشل بینک چشمہ بیراج کالونی برانچ

اکاؤنٹ نمبر ۳-۲۱ بینک کوڈ نمبر ۱۰۲۹

خانقاہ سراجیہ ڈاک خانہ کندیاں ضلع میانوالی

(والسلام)

خلیل احمد عفی عنہ

نائب مہتمم مدرسہ عربیہ سعدیہ

خانقاہ سراجیہ کندیاں ضلع میانوالی

مولانا اللہ وسایا

حیات عیسیٰ علیہ السلام اور مثیل مسیح کا قادیانی ڈھونگ

سوال :...... قال اللہ تعالیٰ:"واذ قال اللہ یعیسیٰ انی متوفیك ورافعك الی" اس کی صحیح تفسیر بیان کر کے حیات حضرت مسیح علیہ السلام کو ثابت کریں، مرزائی "توفی" سے وفات مراد لیتے ہیں۔ حضرت ابن عباسؓ سے بھی متوفیك کی تفسیر "ممیتك" منقول ہے۔ اور اس تائید میں "توفنا مع الابرار، توفنا مع المسلمین" کو بھی پیش کرتے ہیں، ان تمام امور کا شافی جواب تحریر کریں؟

جواب:...... "واذ قال اللہ یعیسیٰ انی متوفیك ورافعك" سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا رفع جسمانی ثابت ہے، یہ حیات عیسیٰ علیہ السلام کی دلیل ہے، نہ کہ وفات عیسیٰ علیہ السلام، کی توفی وغیرہ کی کچھ بحث پہلے گزر چکی ہے مزید ملاحظہ ہو:

توفی کا حقیقی معنی:

الف:...... "توفی" کا حقیقی معنی موت نہیں، اس لئے کہ اگر اس کا حقیقی معنی موت ہوتا، تو قرآن وسنت میں کہیں "توفی" کو "حیات" کے مقابل ذکر کیا جاتا، حالانکہ ایسے کہیں نہیں ہے، بلکہ "توفی" کو "مادمت فیھم" کے مقابلہ میں رکھا گیا۔ معلوم ہوا کہ توفی کا حقیقی معنی موت نہیں۔ دیکھئے قرآن مجید میں جگہ جگہ موت و حیات کا تقابل کیا گیا ہے نہ کہ توفی وحیات کا۔ مثلاً الذی یحیی ویمیت، یحییکم ثم یمیتکم، ھو امات و احیی، لا یموت فیھا ولا یحیی، ویحی الموتی، اموات غیر احیاء، یحیی الموتی، یحیی الارض بعد موتھا، تخرج الحی من المیت و تخرج المیت من الحی، یہ تقابل بتاتا ہے کہ تعرف الاشیاء باضدادہا کے تحت حیات کی ضد موت ہے توفی نہیں۔ توفی کو قرآن مجید میں مادمت فیھم کے مقابلہ میں لایا گیا: "وکنت علیھم شھیداً مادمت فیھم فلما توفیتنی" اس سے توفی کا حقیقی معنی سمجھا جاسکتا ہے کہ کیا ہے؟ اس کے لئے علامہ زمخشری کا حوالہ کافی ہوگا:

"اوفاہ، استوفاہ، توفاہ استکمال ومن المجاز توفی و توفاہ اللہ ادرکتہ الوفاۃ۔"

ترجمہ: "اوفاہ، استوفاہ اور توفاہ کے معنی استکمال یعنی پورا لینے کے ہیں۔ توفی کو مجازاً موت کے معنی میں لیا جاتا ہے جیسے توفی ہو گیا یعنی اس کو موت دے دی۔"

اس حوالہ سے معلوم ہوا کہ توفی کا حقیقی معنی موت نہیں، البتہ مجازاً کہیں کہیں موت کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔

ب:...... اللہ رب العزت نے اپنی کتاب میں "اماتت" کی اسناد اپنی طرف ہی فرمائی، غیر اللہ کی طرف ہرگز نہیں کی، جبکہ "توفی" کی اسناد ملائکہ کی طرف بھی اکثر موجود ہیں، یہ بھی اس بات کی دلیل ہے کہ توفی کا حقیقی معنی موت نہیں۔ جیسے "حتی اذا جاء احدکم الموت توفتہ رسلنا" یہاں پر توفی کی اسناد ملائکہ کی طرف کی گئی۔

ج:...... توفی کا حقیقی معنی موت نہیں جیسے قرآن مجید میں ہے: "حتی یتوفھن الموت" یہاں توفی اور موت کو مقابلہ میں ذکر کیا گیا ہے۔ اب اس کے معنی ہوں گے کہ ان کو موت کے وقت پورا پورا لے لیا جاتا ہے۔ اگر توفی کا معنی موت ہو تو پھر اس کا معنی تھا کہ "یمیتھن الموت" یہ کس قدر رکیک معنی ہوں گے، کلام الٰہی اور یہ رکاکت اس کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا؟

د:...... توفی کا حقیقی معنی موت نہیں۔ قرآن مجید میں ہے:

"اللہ یتوفی الانفس حین موتھا والتی لم تمت فی منامھا فیمسك التی قضیٰ علیہ الموت ویرسل الاخریٰ الیٰ اجل مسمی"

ترجمہ: "اللہ تعالیٰ نفسوں کو لے لیتا ہے ان کی موت کے وقت اور ان نفسوں کو جو نہیں مرے ان کو نیند میں لے لیتا ہے، پس وہ نفس جس کو موت وارد ہوتی ہے روک لیتا ہے اور دوسرے کو مقررہ مدت تک چھوڑ دیتا ہے۔"

۱:...... یہاں پہلے جملہ میں توفی نفس کو حین موتھا کے ساتھ مقید کیا ہے، معلوم ہوا توفی عین موت نہیں۔

۲:...... اور پھر توفی کو موت اور نیند کی طرف منقسم کیا ہے لہٰذا اصاً معلوم ہوا کہ توفی موت کے مغائر ہے۔

۳:...... نیز یہ کہ توفی، موت اور نیند دونوں کو شامل ہے، نیند میں آدمی زندہ ہوتا ہے، اس کی طرف توفی کی نسبت کی گئی، توفی بھی ہے اور آدمی زندہ ہے مرا نہیں۔ کیا یہ نص نہیں اس بات کی کہ توفی کا حقیقی معنی موت نہیں۔

خلاصہ بحث:

توفی کا حقیقی معنی پورا پورا لینے کے ہیں، ہاں البتہ کبھی مجازاً موت کے معنی میں بھی توفی کا استعمال ہوا ہے جیسے: ''توفنا مع الابرار، توفنا مسلمین، وغیرہ۔

ضروری تنبیہ:...... اگر کہیں کوئی لفظ کسی مجازی معنی میں استعمال ہو تو ہمیشہ کے لئے اس کے حقیقی معنی ترک نہیں کر دیے جائیں گے۔ اگر کوئی ایسے سمجھتا ہے تو وہ قادیانی احمق ہی ہو سکتے ہیں ورنہ اصول یہ صرف یہ ہے کہ مجازی معنی وہاں مراد لئے جائیں گے، جہاں حقیقی معنی متعذر ہوں یا عیسیٰ انی متوفیک میں حقیقی معنی پورا پورا لینے کے لئے جائیں گے۔ اور توفنا مع الابرار میں مجازی معنی (موت) کے کئے جائیں گے۔

حضرت ابن عباسؓ اور حیات عیسیٰ علیہ السلام:

(الف) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما پوری امت کی طرح حیات مسیح علیہ السلام کے قائل ہیں۔ آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے متعدد روایات حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفع و نزول وحیات کی روایت کی ہیں۔ ''التصریح بما تواتر فی نزول المسیح، طبع ملتان'' کے ص ۲۲۱، ۲۲۴، ۲۴۵، ۲۷۳، ۲۷۹، ۲۸۴، ۲۸۹، ۲۹۱، پر گیارہ روایات حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفع و نزول کی حضرت ابن عباسؓ کے حوالے سے حضرت انور شاہ کشمیریؒ نے جمع فرمائی ہیں۔ من شاء فلیراجع

(ب) متوفیک کے معنی ممیتک عبداللہ بن عباسؓ سے نقل کرنے والا راوی علی بن ابی طلحہ ہے۔

(تفسیر ابن جریر ص ۱۸۴ ج ۳)

علماء اسماء الرجال نے اس کے متعلق ضعیف الحدیث، منکر، لیس بمحمود المذہب کے جملے فرمائے ہیں اور یہ کہ اس نے حضرت عبداللہ ابن عباسؓ کی زیارت بھی نہیں کی، درمیان میں مجاہد کا واسطہ ہے۔

(میزان الاعتدال ص ۲۲۲ ج ۲، تہذیب التہذیب ص ۳۳۹، ۳۴۰ ج ۷)

رہا یہ کہ پھر صحیح بخاری شریف میں یہ روایت کیسے آ گئی؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ: امام بخاریؒ کا یہ التزام صرف احادیث مسندہ کے بارے میں ہے نہ کہ تعلیقات و آثار صحابہ کے ساتھ۔ چنانچہ فتح مغیث ص ۲۰ میں ہے:

''قول البخاری مادخلت فی کتابی الا ماصح علی، مقصود بہ ھو الاحادیث الصحیحۃ المسندۃ دون التعالیق والاثار الموقوفۃ علی الصحابۃ فمن بعدھم والاحادیث المترجمۃ بھا ونحو ذلک۔''

ج:...... حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے دوسری صحیح روایت میں اگرچہ توفی کے معنی موت منقول ہیں مگر اسی روایت میں کلمات آیت کے اندر تقدیم و تاخیر بھی صراحتاً مذکور ہے، جس سے قادیانی گروہ کی خود بخود تردید ہو جاتی ہے۔

''اخرج ابن عساکر واسحاق بن بشر عن ابن عباسؓ قال قولہ تعالیٰ یعیسیٰ انی متوفیک ورافعک الی قال انی رافعک ثم متوفیک فی اخر الزمان'' (در منثور ص ۳۶ ج ۲)

ترجمہ: ''یعنی ابن عساکر اور اسحاق بن بشر نے (بروایت صحیح) ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ اس آیت کا یہ مطلب ہے کہ میں آپ کو اٹھانے والا ہوں اپنی طرف پھر آخر زمانہ میں (بعد نزول) آپ کو موت دینے والا ہوں۔''

د:...... تفسیر ابن کثیر میں عبداللہ ابن عباسؓ سے صحیح روایت منقول ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بغیر قتل کے زندہ آسمان پر اٹھالئے گئے۔

''ورفع عیسیٰ من روزنۃ فی البیت الی السماء ھذا اسناد صحیح الی ابن عباس''

(تفسیر ابن کثیر ص ۳۶۸ ج ۳)

ترجمہ: ''عیسیٰ علیہ السلام گھر کے روزن (روشن دان) سے (زندہ) آسمان کی طرف اٹھالئے گئے، یہ اسناد ابن عباسؓ تک بالکل صحیح ہے۔''

سوال ۶:...... نزول مسیح کے دلائل ذکر کرتے ہوئے مرزا کے اس استدلال فاسدہ کا رد کریں کہ ''میں مثیل مسیح ہوں'' نیز ثابت کریں کہ نزول مسیح کا عقیدہ، عقیدہ ختم نبوت کے منافی نہیں؟

جواب:...... آیات قرآنیہ سے نزول عیسیٰ کا ثبوت:

نزول عیسیٰ کا مضمون دو آیتوں میں اشارۃ قریب بالصراحت کے موجود ہے:

''وان من اھل الکتاب الا لیؤمنن بہ قبل موتہ۔'' (نساء: ۱۵۹)

ترجمہ: ''اور اہل کتاب میں سے کوئی نہ رہے گا مگر وہ حضرت عیسیٰ پر ان کی موت سے پہلے ضرور ایمان لائے گا۔''

''وانہ لعلم للساعۃ'' (زخرف: ۶۱)

ترجمہ: ''اور بے شک وہ قیامت کی ایک نشانی ہیں۔''

چنانچہ ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں:

''ونزول عیسیٰ من السماء کما قال اللہ تعالیٰ وانہ لعلم للساعۃ ای علامۃ اھل الکتاب الا لیؤمنن بہ قبل موتہ ای قبل موت عیسیٰ بعد نزولہ عند قیام الساعۃ فیصیر الملل ملۃ واحدۃ'' (شرح فقہ اکبر: ۱۳۶)

ترجمہ: ''آسمان سے نزول عیسیٰ قول باری تعالیٰ کہ عیسیٰ قیامت کی علامت ہیں، سے ثابت ہے، نیز اس ارشاد سے ثابت ہے کہ اہل کتاب ان کی آسمان سے تشریف آوری کے بعد اور موت سے پہلے قیامت کے قریب ان پر ایمان لائیں گے، پس ساری ملتیں ایک ہو جائیں گی۔''

بہر حال اس حدیث سے ثابت ہوا کہ قبل موتہ

میں ضمیر کا مرجع حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں جیسا کہ لیؤمنن بہ میں ضمیر کا مرجع حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔

چنانچہ ارشادالساری شرح بخاری میں ہے:

"وان من اهل الكتاب احد الا ليؤمنن بعيسىٰ قبل موت عيسىٰ وهم اهل الكتاب الذين يكونون فى زمانه فتكون الملة واحدة وهى ملة الاسلام وبهذا جزم ابن عباس فيما رواه ابن جرير من طريق سعيد بن جبير عنه باسناد صحيح۔"

(ارشادالساری ص۵۱۸، ۵۱۹ ج۵)

ترجمہ: "یعنی اہل کتاب میں سے کوئی بھی نہ ہوگا مگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر عیسیٰ کی موت سے پہلے ایمان لے آئے گا، اور وہ اہل کتاب ہوں گے جو ان (حضرت عیسیٰ) کے زمانہ (نزول) میں ہوں گے، پس صرف ایک ہی ملت اسلام ہوجائے گی۔ اور حضرت ابن عباسؓ نے اس پر جزم کیا ہے، اس روایت کے مطابق جو ابن جریر نے ان سے سعید ابن جبیر کے طریق سے صحیح اسناد کے ساتھ روایت کی۔"

حیات ونزول عیسیٰ پر امت کا اجماع ہے:

آیات کریمہ واحادیث مرفوعہ متواترہ کی بنا پر حضرات صحابہؓ سے لے کر آج تک امت کا حیات و نزول عیسیٰ علیہ السلام کے قطعی عقیدہ پر اجماع چلا آرہا ہے۔ ائمہ دین میں سے کسی سے بھی اس کے خلاف مروی نہیں ہے۔ معتزلہ جو بہت سے مسائل کلامیہ میں اہل سنت والجماعت سے اختلاف رکھتے ہیں، ان کا عقیدہ بھی یہی ہے جیسا کہ کشاف میں علامہ زمخشری نے اس کی تشریح کی ہے۔ چنانچہ ابن عطیہؒ فرماتے ہیں:

"حياة المسيح بجسمه الى اليوم و نزوله من السماء بجسمه العنصرى مما اجمع عليه الامة وتواترت به الاحاديث۔"

ترجمہ: "تمام امت مسلمہ کا اس پر اجماع ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام اس وقت آسمان پر زندہ ہیں اور قرب قیامت میں بجسم عنصری پھر تشریف لانے والے ہیں، جیسا کہ احادیث متواترہ سے ثابت ہے۔"

یہ ایک سو سے زیادہ احادیث تیس صحابہ کرامؓ سے مختلف انداز سے مروی ہیں جن کے اسماء گرامی یہ ہیں:

(۱) حضرت ابوہریرہؓ، (۲) حضرت جابر بن عبداللہؓ، (۳) حضرت نواس بن سمعانؓ، (۴) حضرت ابن عمرؓ، (۵) حضرت حذیفہ بن اسیدؓ، (۶) حضرت ثوبانؓ، (۷) حضرت مجمعؓ، (۸) حضرت ابوامامہؓ، (۹) حضرت ابن مسعودؓ، (۱۰) حضرت ابونضرہؓ، (۱۱) حضرت سمرہؓ، (۱۲) حضرت عبدالرحمن بن نفیرؓ، (۱۳) حضرت ابوالطفیلؓ، (۱۴) حضرت انسؓ، (۱۵) حضرت واثلہؓ، (۱۶) حضرت عبداللہ بن سلامؓ، (۱۷) حضرت ابن عباسؓ، (۱۸) حضرت اوسؓ، (۱۹) حضرت عمران بن حصینؓ، (۲۰) حضرت عائشہؓ (۲۱) حضرت سفینہؓ، (۲۲) حضرت حذیفہؓ، (۲۳) حضرت عبداللہ بن مغفلؓ، (۲۴) حضرت عبدالرحمن بن سمرہؓ، (۲۵) حضرت ابوسعید خدریؓ، (۲۶) حضرت عمارؓ، (۲۷) حضرت ربیعؓ، (۲۸) حضرت عروہ بن رویمؓ، (۲۹) حضرت حسنؓ، (۳۰) حضرت کعبؓ۔

ان حضرات کی تفصیلی روایات "التصریح بما تواتر فی نزول المسیح" میں ملاحظہ کی جائیں۔ یہ کتاب درحقیقت زہری وقت حضرت علامہ انور شاہ کشمیری قدس سرہ سابق صدرالمدرسین دارالعلوم دیوبند کی املا کردہ ہے، جس کو ان کے شاگرد رشید حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب "مفتی اعظم پاکستان" نے بہترین انداز میں مرتب فرماکر اہل اسلام کی ایک گراں قدر خدمت انجام دی ہے۔ (فجزاہ اللہ وافیا) اور اس کتاب پر اس زمانہ کے محقق نامور عالم حضرت شیخ عبدالفتاح ابوغدہ نے تحقیقی کام کیا ہے اور مزید تلاش وجستجو کے بعد میں احادیث کا اضافہ "استدراک" کے نام سے فرمایا ہے۔

مثیل مسیح کا قادیانی ڈھونگ:

ایک بے سروپا بات ہے، پیدائش مسیح سے رفع تک اور نزول سے وفات تک وہاں کسی ایک بات میں مرزا قادیانی کو مماثلت نہیں۔ مسیح علیہ السلام بغیر باپ کے پیدا ہوئے۔ ساری عمر مکان نہیں بنایا، ساری عمر شادی نہیں کی، نزول کے بعد حاکم، عادل ہوں گے، دجال کو قتل کریں گے، ان کے زمانہ میں تمام ادیان باطلہ مٹ جائیں گے۔ صلیب پرستی کا خاتمہ ہوکر خدا پرستی ہوجائے گی، دمشق جائیں گے بیت المقدس جائیں گے، حج کریں گے، عمرہ کریں گے، مدینہ طیبہ حاضری دیں گے، نزول کے بعد پینتالیس سال زندہ رہ کر پھر وفات پائیں گے۔ یہ چند بڑی، بڑی علامات ہیں۔ ان میں سے ایک بھی مرزا قادیانی میں نہ پائی جاتی تھی۔ اس کے باوجود دعویٰ مثیل ہونے کا کیا اس سے بڑھ کر دنیا میں اور کوئی ڈھٹائی ہوسکتی ہے؟

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آنا ختم نبوت کے منافی نہیں:

علامہ محمود آلوسیؒ نے اپنی تفسیر "روح المعانی" میں لکھا ہے:

"وكونه خاتم الانبياء اى لا ينبأ احد بعده واما عيسىٰ ممن نبئ قبله"

ا:...... آپ کے خاتم الانبیا ہونے کا معنی یہ ہے کہ آپ کے بعد کسی شخص کو نبی نہیں بنایا جائے گا، عیسیٰ علیہ السلام تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے نبی

بنائے جاچکے۔ پس عیسیٰ علیہ السلام کی تشریف آوری رحمت عالم کی ختم نبوت کے منافی نہیں۔ آپ وصف نبوت کے ساتھ اس دنیا میں سب سے آخر میں متصف ہوئے، اب کوئی شخص وصف نبوت حاصل نہیں کر سکے گا، نہ یہ کہ پہلے کے سارے فوت ہوگئے۔

۲:...... پہلے حوالہ گزر چکا ہے کہ مرزا قادیانی اپنے آپ کو اپنے والدین کے لئے خاتم الاولاد کہتا ہے حالانکہ اس کا بڑا بھائی مرزا غلام قادر زندہ تھا۔ مرزا غلام قادر کے زندہ ہونے کے باوجود اگر مرزا کے خاتم الاولاد ہونے میں کوئی فرق نہیں آیا تو عیسیٰ علیہ السلام کے زندہ ہونے سے رحمت عالم کی ختم نبوت میں کوئی فرق نہیں آتا۔

۳:...... ابن عساکر میں حدیث ہے کہ آدم علیہ السلام نے جبریل علیہ السلام سے پوچھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کون ہیں؟ انہوں نے فرمایا:

"اٰخر ولدک من الانبیاء۔" (رواہ ابن عساکر)

ترجمہ: "انبیاء میں سے آپ کے آخرالاولاد ہیں۔"

اس حدیث نے بالکل صاف کردیا کہ خاتم النبیین کی مراد یہی ہے کہ آپ انبیاء میں سے آخرالاولاد ہیں، اور کسی کے باقی رہنے کا معارض نہیں، وہذا آپ کا آخرالانبیاء و خاتم الانبیاء ہونا نزول عیسیٰ علیہ السلام کے کسی طرح خلاف نہیں ہوسکتا۔

۴:...... مرزا قادیانی اپنی کتاب تریاق القلوب ص ۱۵۶ پر لکھتا ہے:

"ضرور ہوا کہ وہ شخص جس پر بتمام وکمال دور حقیقت آدمیت ختم ہو وہ خاتم الاولاد ہو، یعنی اس کی موت کے بعد کوئی کامل انسان کسی عورت کے پیٹ سے نہ نکلے۔"

جب خاتم الاولاد کے معنی مرزا صاحب کے نزدیک یہ ہیں کہ عورت کے پیٹ سے کوئی کامل انسان اس کے بعد پیدا نہ ہو تو خاتم النبیین کے بھی یہ معنی کیوں نہ ہوں گے کہ آپ کے بعد کوئی نبی عورت کے پیٹ سے پیدا نہ ہوگا۔ جس سے دو فائدے حاصل ہوئے، اول تو یہ کہ ختم نبوت اور نزول مسیح علیہ السلام میں تعارض نہیں، خاتم النبیین چاہتا ہے کہ عورت کے پیٹ سے اس کے بعد کوئی نبی پیدا نہ ہو، اور مسیح علیہ السلام آپ کے پہلے پیدا ہو چکے ہیں۔ دوسرے یہ بھی صاف معلوم ہوا کہ اگر مرزا صاحب ماں کے پیٹ سے پیدا ہوئے ہیں تو ان کی نبوت خاتم النبیین کے خلاف ہے۔ تیسرے یہ بھی متعین ہوگیا کہ جس مسیح کے نزول کی خبر احادیث میں دی گئی ہے وہ اس وقت ماں کے پیٹ سے پیدا نہ ہوں گے، ورنہ خاتم النبیین کے خلاف ہوگا اور اس بناء پر مرزا صاحب مسیح موعود بھی نہیں ہوسکتے۔

زندگی کا حاصل ہے باعث سعادت ہے
ذکر احمد مرسل دوستو! عبادت ہے

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے حیرت انگیز واقعات

کا جدید ایڈیشن اعلیٰ پلاسٹک کوٹڈ جلد بہترین کمپیوٹر کتابت دیدہ زیب عمدہ آفسٹ طباعت
جدید اضافہ جات تراہم اصلاحات سے مزین 480 صفحات پر مشتمل شائع ہوگیا ہے
اکابرین کی رائے کے مطابق متوسلین سالکین عقیدت مند صالحین کے لئے نایاب تحفہ
ہر متوسل سلسلہ لاہوریؒ کی اہم ضرورت طلباء ربانی علماء صوفیاء کے لئے نادر معلومات اہم ابواب مقام ولایت، مبشرات، حیرتناک تصرفات، اجابت دعا، زہد و استغنا، تصرفات بعد از وفات، مکشوفات، جود و سخا، جہد مسلسل، تربیت سالکین، ادب اکابر اور واقعات وفات۔

قیمت: 200 روپے علاوہ محصول ڈاک

ملنے کا پتہ: حاکم علی بیت اعظم ایف 142 (سیکٹر 43 بی) کورنگی کالونی کراچی
پوسٹ کوڈ: 74900 فون: 505558

داخلے جاری ہے

جو جہاں ناگفتہ بہ حالات ہیں گے وہاں ناگفتہ بہ حالات ہیں گے
...

ختم نبوت کالج آف کمپیوٹر سائنسز
للکر منڈی سرگودھا

فیس اس قدر کم کہ نہ ہونے کے برابر پاکیزہ ماحول عریانی فحاشی بے حیائی اور دیگر کفریہ عقائد سے محفوظ
CCA, COM, DOM, DCA, DCG کورسز شروع ہیں

دیگر حسب خواہش: 710474 ☎

برائے رابطہ: حافظ محمد اکرم طوفانی (پرنسپل آف کالج)

روزۂ رمضان کے ذریعہ تزکیہ باطن نفس کی طہارت اور روح کی بالیدگی حاصل ہوتی ہے اور ایک بندہ مومن کے لئے سال بھر کی روحانی غذا مہیا ہو جاتی ہے۔ حق تعالیٰ سے خاص تعلق پیدا ہو جاتا ہے اللہ کی رضا کے لئے اپنی خواہشات کو چھوڑ دینے کا جذبہ پیدا ہو جاتا ہے۔ ملائکۃ اللہ کے ساتھ مشابہت نصیب ہوتی ہے اور انسانی ہمدردی غریبوں کی خیر خواہی نادہندوں سے شفقت اور کمزوروں کی دستگیری جیسے اعلیٰ انسانی اخلاق نکھر جاتے ہیں اور یہ ہی تمام مقاصد ہیں نزول قرآن کے۔

قرآن کی تصویر

مفتی اعظم پاکستان مفتی ولی حسنؒ

تاریخ انسانی کے دو دن یادگار دن ہیں ایک تو وہ دن جس میں یتیم عبداللہ جگر گوشہ آمنہ شاہ حرم فرمانروائے عالم شہنشاہ کونین ﷺ عالم قدس سے عالم امکان میں تشریف فرمائے عزت و اجلال ہوئے آپ کی تشریف آوری اس عالم رنگ و بو کی سعادت بختی کا دن تھا آپ کی آمد ہی سے دنیا میں توحید کا غلغلہ اٹھا' چمنستان سعادت میں بہار آئی' آفتاب ہدایت کی شعاعیں اکناف عالم میں پھیل گئیں۔ اخلاق انسانی کا آئینہ پرتو قدس سے چمک اٹھا' انسانیت قعر مذلت سے نکل کر بام عروج پر پہنچ گئی۔

دوسرا یادگار دن وہ ہے جس میں گم گشتہ راہ انسان کی ہدایت کے لئے ایک نسخہ کیمیا نازل فرمایا گیا' اس نسخہ کیمیا نے روحانی طور پر پہاڑوں کی طرح جمے ہوئے لوگوں کو ان کی جگہ سے ہٹا دیا' قلوب بنی آدم کی زمینوں کو پھاڑ کر معرفت الٰہی کے چشمے جاری کر دیئے وصول الی اللہ کے راستے برسوں کی جگہ منٹوں میں طے کروا دیئے' مردہ قوموں اور دلوں میں ابدی زندگی کی روح پھونک دی۔

خود ساختہ رسوم و قیود میں جکڑی ہوئی انسانیت کراہ رہی تھی قرآن ہی نے اس کو کرامت انسانیہ کا بھولا ہوا سبق یاد دلایا اور اس کے رسوم و قیود کی زنجیریں کاٹ کر اس کو آزاد فضا میں سانس لینے کا موقعہ دیا' اس کو بلند نگہی عطا کی اس کو بتلایا کہ اس کائنات میں تو سب سے اشرف ہے' تیرے ہی لئے یہ کارخانۂ ہستی وجود میں لایا گیا ہے۔ اس نے ماہ و خورشید کو ایک دوسری نگاہ سے دیکھا' آج انسان جو ستاروں پر کمندیں ڈال رہا ہے اور فضا میں آزاد گھوم رہا ہے۔ یہ قرآن کریم ہی کی وسعت نظر کا فیض ہے' قرآن کریم کی معجز نمائیوں کی داستان بڑی طویل ہے ہم تو اس مختصر صحبت میں رمضان اور قرآن کا باہمی تعلق اپنی بساط کے موافق بتلانے کی کوشش کریں گے۔

ارشاد ہے:

''رمضان وہ مہینہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا جو انسانوں کے لئے سراسر ہدایت ہے اور ایسی واضح تعلیمات پر مشتمل ہے جو راہ راست دکھانے والی اور حق و باطل کا فرق کھول کر رکھ دینے والی ہیں۔''
(البقرہ)

اس آیت نے واضح طور پر بتلا دیا کہ رمضان کو یہ شرف حاصل ہے کہ اس ماہ مبارک میں قرآن کریم نازل ہوا اور حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بتلایا کہ صرف قرآن حکیم ہی نہیں بلکہ انسانی ہدایت کے لئے جو کچھ بھی آسمان سے نازل ہوا اس کے لئے حق تعالیٰ نے اسی مہینہ کا انتخاب فرمایا ہے۔

بروایت واثلہ بن الاسقع نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ رمضان کی پہلی تاریخ کو صحف ابراہیم چھٹی کو توریت تیرھویں کو انجیل اور چوبیسویں کو قرآن کریم نازل ہوا۔ (المعجم الکبیر)

ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں صحف ابراہیم کے لئے تیسری اور انجیل کے لئے اٹھارھویں تاریخ مروی ہے۔ ابو حیان رحمۃ اللہ نے دونوں روایتوں کو اس طرح جمع کیا ہے کہ واثلہ بن الاسقع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ابتدا نزول مذکور ہے ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں انتہا' نزول' غرض نہ صرف قرآن کریم بلکہ تمام کتب سماویہ کا نزول اسی بابرکت مہینہ میں ہوا۔

رمضان کی وجہ تسمیہ کے بارے میں امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے چار قول نقل کئے ہیں' ہم صرف دو پر اکتفا کرتے ہیں۔

خلیل بن احمد نحوی نے کہا کہ یہ ''رمضا'' سے بنا ہے۔ ''رمضا'' وہ بارش ہے جو موسم خریف سے پہلے ہوتی ہے اور زمین کو غبار سے پاک و صاف کر دیتی ہے اسی طرح رمضان کا بابرکت مہینہ جسم و روح کو پاک و صاف کر دیتا ہے۔ بعض نے کہا کہ رمضان اصل میں اللہ تعالیٰ کا نام ہے اور اسی پر اس مہینہ کا نام رکھا گیا'

مطلب یہ کہ جیسے اللہ تعالیٰ کی رحمت کے سامنے گناہ گاروں کے گناہ جل کر ختم ہو جاتے ہیں اسی طرح اس مہینہ کی برکتوں کی وجہ سے گناہ گاروں کے گناہ جل جاتے ہیں۔(تفسیر کبیر)

جس طرح بعض موسموں کو بعض چیزوں سے مناسبت ہوتی ہے جب وہ موسم آتا ہے تو ان چیزوں میں فراوانی نظر آتی ہے بہار کا موسم جب آتا ہے تو ہر طرف روئیدگی ہی روئیدگی نظر آتی ہے حد نگاہ تک سبزہ ہی سبزہ نظر آتا ہے وہ درخت جو کل تک خزاں رسیدہ تھے بہار کا موسم آتے ہی سبز جوڑا پہن کر جوان ہو جاتے ہیں زمین جو آفتاب کی تمازت سے جل کر اپنی صلاحیت کھو بیٹھتی ہے بہار کا موسم شروع ہوتے ہی اس میں صلاحیت عود کر آتی ہے دانے بکھیر دیجئے چند دن میں سرسبز وشاداب پودے نظر آئیں گے۔ رمضان کا مہینہ بھی اللہ تعالیٰ کی جود وسخا کا مہینہ ہے اس مہینہ میں اس کی جود وسخا بارش کی طرح برستی ہے اور برستی رہی ہے جود وسخا کی یہ بارش پچھلی امتوں پر بھی بری اور امت محمدیہ پر تو اس طرح بری کہ جل تھل ہو گیا۔

اللہ تعالیٰ کی صفت ''ربوبیت'' اس مہینہ مقدس میں پوری طرح جلوہ فگن ہے صفت ربوبیت کا مظہر قرآن کریم ہے امام رازی اپنے دقیق پیرایہ بیان میں رمضان کی عبادت روزہ اور قرآن کا ربط اس طرح بیان فرماتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اس مہینہ کو خاص شرف سے نوازا ہے اور اپنی ربوبیت کا پوری طرح اظہار فرمایا ہے اس طرح کہ اس میں قرآن کریم نازل فرمایا اس لئے بندوں کو حکم دیا کہ وہ اس مہینہ کو روزہ کی اہم عبادت سے فروزاں رکھیں ربوبیت کا شکر عبودیت ہی سے ہو سکتا تھا۔

اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ کے انوار صمدیہ ہر وقت اور ہر ساعت جلوہ افروز ہیں جن میں نہ کوئی خفاء ہے نہ کوئی حجاب لیکن ارواح انسانی میں انوار کی تجلی سے علائق بشری مانع تھیں۔ان علائق بشری کو کمزور اور ضعیف کرنے کے لئے روزہ کی عبادت فرض کی تاکہ ارواح انسانی انوار صمدانی کو جذب کر سکیں۔ (تفسیر کبیر)

اس مبارک مہینہ کی تجلیات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو باد بہاری سے بھی زیادہ سخی بنا دیتی تھیں' حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے۔

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں میں سب سے زیادہ سخی تھے اور رمضان میں سب سے زیادہ سخی ہو جاتے تھے۔ جب ان سے جبرئیل علیہ السلام ملتے تھے آپ سے قرآن کا دور کرتے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باد بہاری سے زیادہ خلق اللہ کی نفع رسانی میں زیادہ سخی تھے۔'' (فتح الباری)

حافظ ابن حجر عسقلانی اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں۔

قرآن کریم کا دور آپ میں غنائے نفسی زیادہ کر دیا کرتا تھا اور غنائے نفسی ہی جود وسخا کا سبب ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں رمضان کا مبارک مہینہ اللہ تعالیٰ کی خیر رسانی کا زمانہ ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی نعمتیں اپنے بندوں پر اس مہینہ میں بہت زیادہ ہوتی ہے اس لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی اس سنت کا اتباع کرتے تھے' غرض یہ سب چیزیں آپ کو سخی سے سخی تر بنا دیتی تھیں۔

اور اس حدیث سے جو فوائد حاصل ہوئے ان کی طرف رہنمائی فرماتے ہیں۔

اس حدیث سے بہت سے فوائد حاصل ہوئے جن میں سے چند درج ہیں۔(۱) ہر زمانہ میں جود وسخا سے متصف رہنا چاہیے۔(۲) رمضان میں سب سے زیادہ سخی ہونا چاہیے۔(۳) اہل صلاح وتقویٰ سے ملاقات کا فائدہ بھی حاصل کرنا چاہیے کہ ان کی ملاقات سے اخلاق فاضلہ میں اضافہ ہو۔(۴) رمضان میں قرآن کریم سب سے زیادہ تلاوت کرنا چاہیے۔(۵) قرآن کریم سب سے افضل ذکر ہے کیونکہ اگر اس سے افضل کوئی ذکر ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو اختیار فرماتے۔(فتح الباری)

غرض اللہ تعالیٰ کی صفت ''ربوبیت'' اور جود وسخا کا مظہر قرآن کریم اس ماہ مبارک میں نازل ہوا۔جس کی شان خود قرآن نے بتلائی۔

''جو انسانوں کے لئے سراسر ہدایت ہے اور ایسی واضح تعلیمات پر مشتمل ہے جو راہ راست دکھانے والی اور حق وباطل کا فرق کھول کر رکھ دینے والی ہیں۔''(البقرہ)

یہاں قرآن کریم نے خود اپنا تعارف کرایا ہے اور تین لفظ استعمال فرمائے ہیں جن میں اپنی حقیقت آشکار کر دی ہے۔ پوری کائنات اور یہ عالم رنگ وبو اللہ تعالیٰ کی صفات ربوبیت کا مظہر ہے' اس کائنات کا ایک ایک ذرہ زبان حال سے اس کی ربوبیت کی گواہی دے رہا ہے انسان کو خلافت ربانی کے خلعت سے سرفراز فرمانا تھا اس لئے اس کی تخلیق سے پہلے اس کے جسم کی بقاء اور نشو ونما کا انتظام فرمایا چنانچہ کائنات کو وجود بخشا اس سے پہلے زمین کا فرش تیار کیا' آسمان کی نیلگوں چھت بنائی' مہ وخورشید کو مسخر کیا' پہاڑوں اور دریاؤں کو اس کے کام میں لگایا' غرض اس کے مادی منافع اور راحت جسم وجان کے

لئے ہر آسائش مہیا کی لہٰذا ناممکن تھا کہ انسان کی روح کی تربیت اور نشوونما کے لئے سامان ہدایت اس رب کریم ورحیم کی طرف سے نہ آتا جبکہ جو ہر انسانیت یہی ''روح انسان'' ہے اس لئے اس نے اپنی صفت ربوبیت کا دوبارہ مظاہرہ فرمایا اور انسان کو ہدایت کے لئے آسمانی کتابیں اور صحیفے نازل فرمائے اور ان کتابوں اور صحیفوں کو تعلیم کے لئے انبیاء علیہم السلام مبعوث فرمائے' انسانی ہدایت کا یہ سلسلہ انسان کے آغاز وجود سے ہی جاری ہے اور رشد وہدایت کا بحر بیکراں تاریخ انسانی کی ابتدا سے ہی رواں دواں ہے۔ اسی صفت ربوبیت کے چشمہ فیاض سے حضرت آدم علیہ السلام پر صحیفے نازل ہوئے' حضرت ابراہیم علیہ السلام پر ہدایت وموعظت کے نوشتے اترے اسی کے فیض سے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر توریت اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر انجیل نازل ہوئی' یہ آسمانی کتابیں اپنے اپنے زمانہ کے لئے ہدایت ونور کے مینار تھے سعید روحوں نے انہی سے دامن کو بھرا اور مراد کو پہنچے' شقی انسانوں نے اس سے روگردانی کی اور بارگاہ الٰہی سے دور کر دیئے گئے۔

صفت ربوبیت کا یہ چشمہ فیاض اس ماہ رمضان میں ہی موجزن ہوا اور انسانی ہدایت کی آخری کتاب نازل ہوئی اللہ تعالیٰ کا یہ وہ آخری پیغام ہے کہ اس کے بعد پھر کوئی پیغام آنے والا نہیں ہے۔

اس لئے اس میں ہدایت ربانی کا آفتاب اپنے پورے جاہ وجلال کے ساتھ جلوہ فرما ہے اسی حقیقت کو ''ھدی للناس'' کہہ کر واضح فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جس طرح پچھلی امتوں پر ہدایت ورہنمائی کے لئے آسمانی کتابیں نازل فرمائی ہیں یہ کتاب بھی اسی جنس کی ہے۔ ہدایت ہونے میں اس میں اور ان میں کوئی فرق نہیں ہے۔ یہ کتاب بھی اپنے اندر ہدایت اور رہنمائی کے سارے اقدار لئے ہوئے ہے' پھر بینات من الھدیٰ والفرقان کہہ کر اس کتاب عظیم کا دوسری کتابوں سے امتیاز بیان فرمایا کہ دوسری آسمانی کتابوں اور اس کتاب میں یہ فرق ہے کہ اس میں ہدایت ربانی کھلے کھلے اور واضح دلائل وبراہین کے ساتھ موجود ہے حق وباطل اور فضائل ورذائل کا فرق ممکن نہیں ہے اس لئے اس عظیم الشان نعمت ہدایت پر اللہ تعالیٰ کا شکر بھی فرض کیا گیا جو قرآن کی تشکیل میں اس نے ہمیں عطا فرمائی ہے' حقیقت یہ ہے کہ ایک شکر گزار انسان کے لئے کسی نعمت کی شکر گزاری اور کسی احسان کے اعتراف کی بہترین صورت اگر ہو سکتی ہے تو وہ صرف یہی ہے کہ وہ اپنے آپ کو اس مقصد کی تکمیل کے لئے زیادہ سے زیادہ تیار کرے جس کے لئے عطا کرنے والے نے وہ نعمت عطا کی ہو قرآن کریم ہم کو اس لئے عطا کیا گیا ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کی رضا کا راستہ جان کر اس پر چلیں اور ہدایت ربانی کو اپنے قلب میں پوری طرح جذب کریں پھر اس کے بعد پوری دنیا کو اس پر چلائیں اس مقصد عظیم کے لئے ہم پر اس مبارک مہینہ میں تین عبادتیں رکھی گئیں۔

(۱) روزہ (۲) تراویح (۳) اعتکاف' اس صحبت میں صرف روزہ اور قرآن کا تعلق بیان کیا جاتا ہے۔

اس اہم ترین عبادت کے بارے میں قرآن کریم نے بھی بتلایا کہ یہ قدیم ترین عبادت ہے اور پچھلی امتوں پر بھی فرض رہی ہے چنانچہ فرمایا گیا۔

''اے ایمان والو! تم پر روزہ اس طرح فرض کیا گیا ہے جس طرح تم سے پہلی امتوں پر فرض کیا گیا تھا توقع ہے کہ تم متقی بن جاؤ گے۔'' (البقرہ)

آیت کریمہ میں فرضیت روزہ کے ساتھ ہی ساتھ یہ بھی واضح فرمایا کہ یہ عبادت پچھلی امتوں پر فرض رہی ہے اس لئے امت محمدیہ جس کے سر پر امت عالم کا تاج رکھا گیا ہے وہ کس طرح اس عبادت اور اس کے ثمرات سے محروم رہ سکتی تھی پھر اس کی حکمت بتلائی گئی کہ روزہ کی حکمت یہ ہے کہ تم تقویٰ کے زیور سے آراستہ ہو کر شہادت علی الناس کا فریضہ ادا کرو۔ اس آیت کے ذیل میں .... امام رازی قفال مروزی سے نقل کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ہم کو اس اہم عبادت کا مکلف بنایا تو دیکھو کہ اس عبادت کو کس طرح آسان فرمایا پہلے تو یہ کہا کہ یہ عبادت تم پر نئی فرض کی جا رہی ہے بلکہ تم سے پہلے ساری امتیں اس عبادت کی مکلف تھیں اور جب کوئی مشکل چیز عام ہو جائے تو وہ آسان ہو جاتی ہے پھر روزہ کی فرضیت کی حکمت ظاہر فرمائی کہ روزہ تقویٰ حاصل کرنے کا سب سے بڑا ذریعہ ہے۔ اگر روزہ تم پر فرض نہیں ہوتا تو یہ مقصد عظیم فوت ہو جاتا' اس کے بعد فرمایا کہ روزے بھی چند دن کے ہیں۔ اگر ساری عمر یا سال کے اکثر حصے میں روزہ فرض ہوتا تو تم مشقت میں پڑ جاتے' بعد ازاں فرمایا کہ روزہ کی اہم عبادت کو سال کے بہترین زمانہ میں رکھا یعنی رمضان کے مہینہ میں جس میں قرآن کریم جیسی کتاب نازل فرمائی' آخر میں فرمایا کہ اس عبادت کو ہرگز ترک نہ کرنا' اگر بیماری یا سفر کی وجہ سے روزے نہ رکھ سکو تو صحت ہو جانے کے بعد یا سفر ختم ہو جانے کے بعد اس کی قضا ضرور کر لینا' اس طرح بیان کرنے سے بھی مشقت کا ازالہ فرمایا کہ تم کو روزہ کے سلسلہ میں سفر یا مرض کی صورت میں افطار کی

اجازت دی اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کا فضل بے حد وحساب ہے پیغمبر رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عبادت کو بہت سے گوشے واضح فرمائے ہیں ایک حدیث میں آپ اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرماتے ہیں۔

''ہر نیکی کا بدلہ دس سے لے کر سات سو گنے تک دیا جاتا ہے۔سوائے روزہ کے کہ وہ میرے لئے ہے اور میں ہی اس کا بدلہ دوں گا۔''

یہ حدیث رسول متعدد طرق سے متفرق الفاظ کے ساتھ مروی ہے' حافظ عراقی نے تخریج احیاء میں اس کے مختلف الفاظ بھی نقل فرمائے ہیں' ہم نے جو الفاظ نقل کئے ہیں یہ صحیح بخاری میں بروایت ابو ہریرۃؓ مروی ہیں حدیث کا پہلا جملہ تو واضح ہے دوسرے جملہ پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ ساری ہی عبادتیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں وہ کونسی خصوصیت تھی کہ روزہ کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کی۔ اس سلسلہ میں علامہ مرتضٰی زبیدیؒ نے چند اقوال نقل کئے ہیں جن کی تلخیص درج ذیل ہے:۔

(۱) کھانے پینے سے بے نیازی حق تعالیٰ کی شان ہے بندہ جب روزہ رکھتا ہے تو اللہ کی اس صفت سے کچھ مشابہت حاصل کرتا ہے اس لئے فرمایا گیا کہ روزہ میرا ہے اور میں ہی اس کا بدلہ دوں گا۔

(۲) نماز' سجدہ' رکوع' ذکر' صدقہ سے غیر اللہ کی بندگی' بت پرستوں یا گمراہ فرقوں نے بھی کی لیکن روزہ سے غیر اللہ کی بندگی نہیں کی گئی کبھی نہ سنا گیا یا دیکھا گیا کہ کسی بت پرست یا گمراہ نے اپنے بت یا بزرگ کے نام پر روزہ رکھا ہو اس لئے فرمایا گیا کہ روزہ میرا ہے اور میں ہی اس کا بدلہ دوں گا۔

(۳) اگر کوئی کسی کا حق غصب کرے یا تکلیف وایذاء دے اور دنیا میں اس کا حق ادا کرے یا معاف کرائے بغیر مر جائے تو اللہ تعالیٰ ظالم سے اس کی نماز عبادات اس کے ظلم کے بدلہ میں دلوائیں گے' البتہ روزہ ایک ایسی عبادت ہے جو کسی کے حق کے بدلہ میں نہیں دیا جائے گا' اس لئے اس حدیث میں اللہ تعالیٰ نے اس کی نسبت اپنی طرف فرمائی۔

(۴) عام عبادات اور طاعات کا قانون یہ ہے کہ ہر نیکی کا ثواب دس گنے سے سات سو گنے تک دیا جاتا ہے لیکن روزہ ایک ایسی عبادت ہے کہ اس میں یہ قانون نہیں ہے' اللہ تعالیٰ اپنی جود وسخا کا اظہار فرماتا ہے اور روزہ دار کو بے حد وحساب اجر دیتا ہے وجہ ظاہر ہے کہ روزہ صبر ہے اور صبر کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

''صبر کرنے والوں کو بے حد وحساب اجر دیا جائے گا۔''

(۵) ترک طعام وشراب ملائکہ کی صفت ہے اس لئے جب بندہ روزہ رکھتا ہے تو ان کی صفت سے متصف ہو جاتا ہے اس لئے اللہ تعالیٰ اس کا بدلہ فرشتوں سے نہیں دلوائے گا بلکہ خود دے گا۔

(۶) یہ نسبت شرف وتکریم کی بناء پر ہے جیسے کہا جاتا ہے بیت اللہ' کعبۃ اللہ' ناقۃ اللہ وغیرہ۔

(۷) نماز' روزہ' حج وغیرہ ظاہری اشکال رکھتے ہیں' مگر روزہ ایک ایسی عبادت ہے جس کی کوئی ظاہری شکل نہیں ہے' اس لئے اس میں ریاکاری کا شائبہ نہیں ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس کی نسبت اپنی طرف فرمائی چنانچہ بیہقی اور ابو نعیم کی روایت میں اس کی تصریح بھی ہے روزہ میں دکھلاوا نہیں ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔''روزہ میرا ہے میں ہی اس کا بدلہ دوں گا۔'' بندہ میری وجہ سے ہی اپنے کھانے پینے کو چھوڑتا ہے۔

(۸) صوم (روزہ) کسی چیز سے رک جانے یا کسی چیز کے بلند ہوجانے کو کہتے ہیں۔ دن جب چڑھ جاتا ہے تو اس وقت اہل عرب کہا کرتے تھے۔ صام النہار' روزہ بھی دوسری عبادات وطاعات سے ممتاز ہے اور بلندی رفعت میں بے مثل ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس کی نسبت اپنی طرف فرمائی۔

اس حدیث کی شرح کے آخر میں کہتے ہیں:

یہ چند اقوال ہیں جو میں نے علماء کے کلام سے جمع کئے ہیں' خطیب نے شرح منہاج میں ذکر کیا ہے کہ میں نے اس حدیث کی شرح میں مختلف اقوال شمار کئے تو ان کو پچاس سے زیادہ پایا' سبکی نے کہا کہ میرے نزدیک سب سے اچھا قول سفیان بن عیینہؒ کا ہے کہ قیامت کے روز حقدار بندے سے چمٹ جائیں گے اور اپنا حق مانگیں گے اور اعمال ان کے حقوق کے عوض جائیں گے سوائے روزہ کے کہ وہ نہیں جائے گا (علامہ زبیدی کہتے ہیں' میرے نزدیک سب سے بہتر یہ قول ہے کہ روزہ ایک ایسی عبادت ہے' جس میں ریا نہیں ہے۔ (شرح احیاء)

ایک اور مرسل حدیث میں آپ نے فرمایا۔

ہر چیز کا ایک دروازہ ہے اور عبادت کا دروازہ روزہ ہے۔ (شرح احیاء)

نزول قرآن اور اللہ تعالیٰ کی صفت جود کی وجہ سے اس ماہ مبارک کی شان یہ ہے

''جب رمضان کا مہینہ داخل ہوجاتا ہے تو جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور شیطانوں کو زنجیروں میں جکڑ دیا جاتا ہے اور ایک پکارنے والا پکارتا ہے کہ اے خیر کے طالب آ۔ اور شر کے طالب رک

جا۔" (شرح احیاء)

علامہ زبیدی نے کتاب الشریعت سے اس حدیث کے ذیل میں ایک دقیق تقریر نقل کی ہے۔ اس کی تلخیص یہ ہے۔

رمضان کی آمد سے روزہ کا زمانہ شروع ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ جنت کے دروازے کھول دیتا ہے کیونکہ جنت ایک مستور چیز ہے اور روزہ بھی ایک مخفی عبادت ہے جس کا علم اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کسی کو نہیں ہو سکتا۔ اللہ تعالیٰ جہنم کے دروازے بند کر لیتا ہے اور جب دروازے بند ہو گئے تو اس کی گرمی اور بڑھ گئی اسی طرح روزہ دار جب روزہ رکھتا ہے تو اس کے جہنم کے دروازے بھی بند ہو جاتے ہیں شیاطین بند کر دیئے جاتے ہیں شیطان بعد عن اللہ کا مظہر ہے اس کے برخلاف روزہ دار کو اللہ تعالیٰ کی صفت صمدانی کا قرب حاصل ہوتا ہے کیونکہ اس عبادت کا بھی کوئی مثل نہیں ہے۔ لہٰذا یقیناً روزہ دار کو اس ہستی کا قرب حاصل ہوگا جس کے حق میں فرمایا ہے۔ (اس کے مثل کوئی چیز نہیں ہے) اور جب اس کو اللہ تعالیٰ سے قرب حاصل ہو گیا۔ تو یقیناً اس کے حق میں تو شیطان بند کر دیئے گئے۔ (شرح احیاء)

روزہ کے فوائد کے بارے میں شیخ ابن ہمامؒ لکھتے ہیں:۔

روزہ نفس امارہ کو سکون دیتا ہے نفس امارہ آنکھ زبان کان شرم گاہ کے ذریعہ جو گناہ کراتا ہے روزہ اس کی تیزی کو کم کر کے گناہ کو کم کر دیتا ہے اسی لئے کہا گیا ہے کہ نفس جب بھوکا ہوتا ہے تو تمام اعضاء کا پیٹ بھر جاتا ہے اور جب نفس کا پیٹ بھر جاتا ہے تو تمام اعضا بھوکے ہو جاتے ہیں۔

روزہ سے قلب میں صفائی پیدا ہوتی ہے کیونکہ

باقی صد ۲۶ پر

نذرانہ عقیدت

مولانا ولی اللہ ولی عظیم آبادی

مجھے یاد ان کا جو نام آرہا ہے
زباں پر درود و سلام آرہا ہے

جمال حبیب خدا کا تصور
بڑے ہی ادب کا مقام آرہا ہے

وہ ممدوح ایسے ہیں جن کی ثنا میں
خدا کا مبارک کلام آرہا ہے

میں صہبائے عشق نبی کا ہوں شیدا
خوشا روح افزا وہ جام آرہا ہے

قلم کار ہوں میں نہ کوئی سخنور
مگر لب پہ شیریں کلام آرہا ہے

مرا جذبہ دل یہ حسن عقیدت
بفضل خدا آج کام آرہا ہے

نصیبہ ہے میرا جو ہوں ان کے در پہ
مرا بھی دیوانوں میں نام آرہا ہے

"چلو ان کے لائے ہوئے دین پر تم"
اگر ڈر ہے "روز قیام" آرہا ہے

عقیدت ہے، واجب شریعت ہے لازم
یہی دین حق کا پیام آرہا ہے

تسلی ہے دل کو شفیع الوریٰ سے
کہ "محمود" ان کا "مقام" آرہا ہے

ولی کاش محشر میں مولا یہ کہہ دیں
غلاموں کا میرے غلام آرہا ہے

توضیح و تشریح الشکور جل جلالہ

(مولانا) محمد اشرف کھوکھر

الشکور جل جلالہ اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ایک ہے۔ شکر کا معنی لغت میں احسان ماننا' سپاس' احسان مندہ آنا ہے لیکن یہاں الشکور کا مطلب قدردان' اپنے فرمانبردار بندوں اور اپنے نیک بندوں کے اعمال صالحہ اور طاعات وعبادات کو قبول کرنے والا ہے اور طاعات وعبادات کی توفیق دینے والا بھی وہی الشکور جل جلالہ ہی ہے۔

بندوں کے شکر ادا کرنے کی تین اقسام ہیں۔

ا۔ شکر قلب ۲۔ شکر لسان ۳۔ اعضاء کا شکر

ا۔ شکر قلب:۔

یہ ہے کہ میں آپ اور ہم سب اللہ رب العزت کی عطا کردہ بے شمار نعمتوں کا دل کی اتھاہ گہرائیوں سے پورے خلوص کے ساتھ شکر ادا کریں" کہ جو بن مانگے ہمیں رحیم وکریم نے عطا فرمادی ہیں۔ بن مانگے روح زندگی دی اور جسمانی وروحانی بالیدگی کے بہترین مواقع فراہم کیے۔

صحت وتندرستی' اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ بہت بڑی نعمت ہے' ہمیں دل کی اتھاہ گہرائیوں سے اپنے رب کا شکر ادا کرنا چاہیے' ایمان' جان' مال' عزت و آبرو بھی اسی عظیم رب نے ہمیں عطا فرمائے ہیں اور اسی کا شکر گزار ہونا چاہیے۔ صحت وتندرستی اور نعمتوں کے پائے جانے میں تو اللہ کا شکر کرنا آسان ہے لیکن بالفرض صورت حال اس کے برعکس ہو تو مومنین کو اللہ تعالیٰ نے صبر کے ساتھ شکر کا بھی حکم دیا ہے۔

۲۔ شکر لسان:۔

زبان سے شکر کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کے نیک بندے ہمارے ساتھ کوئی نیکی اور بھلائی کریں تو ان کا زبان سے شکر ادا کریں جو اس کی نیکی اور بھلائی کے ممنون ہونے کا اظہار ہے اور اسی طرح اگر ہم شکر گزار وممنون ہونے کا اظہار اپنے کسی محسن کو یاد رب ذوالجلال کی طرف متوجہ کردیں۔ مثلاً ہم جزاک اللہ خیراً کہہ دیں تو ہردو کے لئے نافع ہوگا۔ الرزاق جل جلالہ کے دیئے ہوئے حلال رزق کے استعمال سے قبل وما بعد مسنون طریقے سے اور دعائیں زبان سے پڑھ لیں تو ہم دہرے اجر وثواب کے مستحق بن جائیں گے۔

کسی بھی انسان کے ادنیٰ یا اعلیٰ احسان کرنے کے نتیجے میں ہم نہ صرف زبان سے اس کا شکر کریں بلکہ دل وجان سے شکریہ ادا کریں جو کہ محسن کے احسان کا بہترین بدلہ ہوگا۔

۳۔ اعضاء کا شکر یا اعضاء سے شکر کرنا:۔

اعضاء کا شکر یہ ہے کہ ہمارے خالق ومالک نے جو ہمیں متوازن وخوبصورت اعضاء ذہنی وجسمانی سے **نوازا ہے' ان سب کو طاعات وعبادات میں مصروف** رکھیں اور ان کی قدر وقیمت کا احساس کرتے ہوئے ان کو برائی میں ملوث نہ کریں۔ اپنے اعضاء وجوارح سے مخلوق خدا کو نفع پہنچائیں۔ اپنے والدین' اپنے اعزاء واقرباء اور اپنے ملک وملت کے لئے نفع رسانی کا کام سرانجام دیں۔ اعضاء سے شکر کرنا یہ ہے کہ جب کوئی اللہ کا نیک بندہ ہم پر دور سے سلامتی بھیجے تو ہم بذریعہ تحریر یا اپنے ہاتھ کے اشارے سے اپنی آنکھوں اور دیگر اعضاء سے مناسب طریقہ سے اس پر سلامتی بھیجیں سلام کا جواب دیں۔

ہر ایک ذی عقل وفرد انسان اپنے محسن کا شکر کرنا چاہتا ہے پھر ہم اپنے سب سے بڑے محسن الشکور جل جلالہ جو اپنے بندوں کے شکر کو قبول کرنے والا بردبار ہے اس کا شکر کیونکر نہ کریں؟ اور پھر اللہ تعالیٰ کے بعد ہمارے سب سے بڑے محسن ہمارے پیارے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جنہوں نے ساری انسانیت کو صراط مستقیم دکھایا اور مومنین کو ایک قطرہ سے سمندر تک ایک ذرہ سے پربت تک ایک کرہ سے افلاک تک عرفان ربانی کی سیر کرائی۔ ایمان وعبادات' معاملات معیشت' معاشرت' دنیا وآخرت غرضیکہ ہمیں تمام شعبہ ہائے زندگی میں مکمل ضابطہ حیات اور اسوۂ حسنہ دیا تاکہ دارین کی فلاح کو سمیٹ سکیں اللہ اور اس کے آخری رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت نہ کرنا ناشکری اور ناسپاسی ہوگی۔ اللہ تعالیٰ محفوظ فرمائے۔

اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہمارے عظیم محسن ہمارے والدین ہیں جنہوں نے ہمیں پالا پوسا اور ہمارے سن بلوغ تک پہنچنے تک ہر طرح کا ہمارا خیال رکھا اور وہ ہماری توجہ کے مستحق ہیں۔ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے

والدین کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے انہیں اف تک نہ کہنے کا حکم دیا اور ہر طرح کی راحت و آرام پہنچا دارین کی فوز و فلاح قرار دیا ہے۔ والدین کا شکر گزار ہونا یہ ہے کہ ان کی حتی الوسع خدمت بجالائی جائے۔ بقول شاعر۔

جو خدمت نہ کی تو نے ماں باپ کی
تو پھر زندگی ہے تری پاپ کی

رسول آخرین ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ترجمہ: ''ایمان کا مزہ چکھا اس شخص نے جو اللہ کو اپنا رب مان کر اسلام کو اپنا دین اپنا کر اور محمد (ﷺ) کو اپنا رسول تسلیم کر کے قانع اور مطمئن ہوا۔ (بخاری و مسلم)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدس کا شکریہ ہم پورا پورا ادا کرنے سے قاصر ہیں لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ پر عمل پیرا ہونے کے ساتھ ساتھ ہمارے پاس ایک ذریعہ ہے کہ ہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بکثرت درود پڑھیں تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اطہر پر نازل ہونے والی رحمت کے ہم مستحق بن سکیں۔ رسول آخرین صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ترجمہ: ''بخیل ہے وہ شخص جس کے سامنے میرا نام لیا جائے اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے۔'' (ترمذی، ابوداؤد عن حضرت علیؓ)

دوسری جگہ ارشاد رسول آخرین صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ ترجمہ: ''جو لوگوں کا شکر گزار نہیں ہوتا وہ اللہ کا شکر گزار نہیں ہوتا۔'' (مسند احمد)

اور اس کا منظوم ترجمہ اعجاز رحمانی صاحب نے یوں کیا ہے:

لحاظ جو کسی احسان کا نہیں کرتا
وہ بے وفا ہے کسی سے وفا نہیں کرتا
ادا جو کرتا نہیں شکر اپنے لوگوں کا
وہ شخص شکر خدا بھی نہیں کرتا

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے بہت پیاری بات لکھی ہے کہ ایک عابد و زاہد انسان اگر ٹھنڈے پانی سے پرہیز کرتا ہے ہمیشہ نفس کشی کے لئے گرم پانی پی کر خدا کا شکریہ ادا کرتا ہے' ایسے شخص سے اس شخص کا شکریہ بڑھا ہوا ہے جو ٹھنڈا پانی پی کر خدا کا شکر ادا کرتا ہے' کیونکہ اس کا شکریہ دل کی ایسی گہرائیوں سے نکلا ہے کہ گرم پانی پینے والے زاہد کے دل سے ایسا شکر نہیں نکل سکتا۔''

ہم اپنے اعضاء و جوارح سے زبان و قلب سے اپنے محسن رب ''الشکور جل جلالہ'' کا شکر ادا کریں۔ دل آزار گفتگو' جھوٹ' غیبت' چغلی اور بہتان تراشی سے مکمل اجتناب کریں ہمارے دل و نگاہ پکے اور سچے مسلمان بن جائیں' بقول علامہ اقبال۔

زباں سے کہہ بھی دیا لاالہ تو کیا حاصل
دل و نگاہ مسلماں نہیں تو کچھ بھی نہیں

یہاں میں اپنے ہم پیشہ صحافی حضرات سے بھی درخواست کروں گا کہ وہ اپنے قلم کو نقش نگاری کے بجائے امراء و حکام کی قصیدہ خوانی کی بجائے۔ حق سچ لکھیں اور جو قلم کی امانت اللہ نے آپ کے سپرد کی ہے اس کا حق ادا کرنے میں وقتی اور عارضی منفعت کو مقصود نہ بنائیں بلکہ اللہ کے سامنے جوابدہی کو ملحوظ رکھیں۔

مخلوق خدا اپنے محسن کا شکریہ ادا کرتی ہے تو وہ محسن خوش ہوتا ہے اور اسے مزید قرب عطا ہوتا ہے تو اللہ رب العزت جو اپنے بندوں کے شکر کو قبول کرنے والا حلیم رب ہے اور ''الشکور جل جلالہ ہے وہ کیونکر ہمارے شکر سے خوش نہ ہوگا۔''

فرمایا جو بندہ شکر بجالاتا ہے اس کی نعمتوں میں اضافہ کر دیا جاتا ہے۔ الشکور جل جلالہ کی بارگاہ میں بندوں کا شکر درجہ قبولیت پاتا ہے۔ ہم اپنے خالق و مالک کی عطا کردہ نعمتوں کا تہہ دل سے شکر بجالائیں اور سجدۂ شکر ادا کریں کہ یہی ایک سجدہ ہزار سجدوں سے نجات دلاتا ہے۔

اک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدوں سے دیتا ہے آدمی کو نجات

ہم الشکور جل جلالہ کا شکر ادا کرتے ہوئے جہاں سے گزر جائیں یہاں تک کہ جاں سے گزر جائیں۔ اس لئے کہ یہی مقصود زندگی ہے کہ اعلائے کلمۃ الحق کے لئے اپنی جان کی قربانی دے دینا سعادت دارین ہے اللہ کے راستے میں موت کو گلے لگا کر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے زندہ و جاوید ہو جائیں۔

رسول آخرین صلی اللہ علیہ وسلم نے بار بار اللہ کے راستے میں شہادت کی دعا فرمائی فرمایا:

''میری تمنا ہے (میں چاہتا ہوں) کہ اللہ کے راستے میں قتل کر دیا جاؤں' پھر زندہ کیا جاؤں' پھر قتل کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں پھر قتل کیا جاؤں۔''

اور کسی بندہ کا اپنے مالک و خالق رب کے راستے میں اس کے لئے جان تک کی بازی لگا دینا شکر کی سب سے بڑی شکل ہے اور ہمارا شاندار ماضی اس پر شاہد عدل ہے۔

شہادت ہے مطلوب و مقصود مومن
نہ مال غنیمت نہ کشور کشائی

الشکور جل جلالہ ہمیں ذکر و شکر کے ساتھ اپنی اور اپنے رسول آخرین صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی اور بے ریا اطاعت کی توفیق دے اور اپنے نیک بندوں میں شامل فرمائے اور دارین کی فوز و فلاح سے ہمکنار فرمائے۔ آمین

ممنون ہوں اصحاب ذی قدر کا اشرف
جنہوں نے سکھایا ہے ہنر مرمر کے جینے کا

مولانا عبدالمجید

سیرتِ رسول ﷺ اور فرد کی آزادی

سرمایہ دارانہ جمہوریت کا ایک دعویٰ یہ بھی ہے کہ اس میں فرد کو آزادی حاصل ہے۔ مگر یہ دعویٰ بھی اتنا ہی باطل ہے جتنے کہ دوسرے دعاوی۔ فرد کی آزادیٔ رائے اسی وقت تک قابل برداشت ہے جب تک کہ یہ حکمران طبقہ کے مفاد کے لئے نقصان دہ نہ ہو مگر جونہی یہ اس پر اثر انداز ہونا شروع ہوتی ہے اسی وقت اس کی حدود ختم ہو جاتی ہیں۔" اسلام کا نظام شوریٰ" اسلامی حکومت میں کسی امیر کو اس بات کی اجازت نہیں کہ وہ اپنی مرضی اور خواہش سے احکام نافذ کرے اسے احکام خداوندی کی پیروی کرنا ہوگی اور اجتہاد و استنباط اور اس کے نفاذ میں اسے مقتدر اور ذمہ دار افراد سے مشورہ کرنا ہوگا۔

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مردم سازی اور آدم گری کا کام اس سطح سے شروع کیا جہاں سے کسی نبی یا مصلح کو نہیں کرنا پڑا تھا اور نہ وہ اس کا مکلف بنائے گئے تھے۔ اس لئے کہ عام طور پر دیگر انبیاءً علیہم السلام کی قوموں کی معاشرتی سطح زمانہ جاہلیت سے بہت بلند تھی۔ اس کے باوجود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس عظیم کام کو اس سطح تک پہنچا دیا جہاں تک کسی نبی کا عمل نہیں پہنچا تھا۔ آپؐ نے اس سطح سے کام شروع کیا جہاں حیوانیت کی انتہا اور انسانیت کی ابتداء ہوتی تھی اور اس اعلیٰ سطح تک پہنچا دیا جو انسانیت کی انتہائی منزل ہے اور جس کے بعد نبوت کے سوا اور کوئی درجہ نہیں اور جسے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ ختم کر دیا گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دعوت و رسالت کے ذریعے ایسا صالح فرد پیدا کیا جو خدا پر ایمان رکھنے والا اللہ کی پکڑ سے ڈرنے والا دیندار و امانتدار آخرت کو دنیا پر ترجیح دینے والا مادیت کے مظاہر کو نفرت کی نگاہ سے دیکھنے والا اور ان مادی طاقتوں پر روحانی قوت سے فتح پانے والا تھا۔ جس کا ایمان اس پر تھا کہ یہ دنیا اس کے لئے پیدا کی گئی ہے اور وہ آخرت کے لئے بنایا گیا ہے۔ چنانچہ جب یہ فرد تجارت کے میدان میں آتا تو راست باز اور امانتدار تاجر ہوتا اور اگر اس کو فقر و فاقہ سے واسطہ پڑتا تو ایک شریف اور محنتی انسان نظر آتا۔ وہ جب کسی علاقے کا حاکم ہوتا تو ایک بہی خواہ عامل ہوتا وہ جب مالدار ہوتا تو فیاض اور غمخوار مالدار ہوتا جب وہ مسند قضا اور عدالتی کرسی پر بیٹھتا تو انصاف دوست اور معاملہ فہم قاضی ثابت ہوتا وہ حاکم ہوتا تو مخلص اور امانتدار حاکم ہوتا اسے سیادت و ریاست ملتی تو وہ متواضع اور شفیق و غمخوار حاکم اور سردار ہوتا اور جب وہ عوام کے مال کا امانتدار بنتا تو محافظ اور صاحب فہم خازن ہوتا۔

اسلام کے معنی ہیں خدا کی اطاعت اور فرمانبرداری اپنے آپ کو خدا کے سپرد کر دینا اسلام ہے۔ خدا کے مقابلے میں اپنی آزادی اور خود مختاری سے دست بردار ہو جانا خدا کی بادشاہی و فرمانروائی کے آگے سر تسلیم خم کر دینا اسلام ہے جو شخص اپنے سارے معاملات کو خدا کے حوالے کر دے وہ مسلمان ہے اسلام یہ ہے کہ آدمی صرف خدا کا فرمانبردار ہو اور ہر ایسے طریقے یا قانون یا حکم کو ماننے سے انکار کر دے جو خدا کی بھیجی ہوئی ہدایت کے خلاف ہو اسلام اور کفر کا فرق سورۂ مائدہ میں صاف صاف بیان کر دیا گیا ہے:

ترجمہ: "جو شخص خدا کی اتاری ہوئی ہدایت کے مطابق فیصلہ نہ کرے ایسے ہی لوگ دراصل کافر ہیں۔"

فیصلے سے مراد مذکورہ بالا آیت میں وہ فیصلے ہیں جو ہر شخص اپنی زندگی میں ہر وقت کیا کرتا ہے۔ ایسے تمام موقعوں پر ایک طریقہ خدا کی کتاب اور اس کے رسولؐ کی سنت اور دوسرا طریقہ انسان کے اپنے نفس کی خواہشات یا باپ دادا کی رسمیں یا انسانوں کے بنائے ہوئے قانون بتاتے ہیں۔ اب جو شخص خدا کے بتائے ہوئے طریقے کو چھوڑ کر کسی دوسرے طریقے کے مطابق کام کرنے کا فیصلہ کرتا ہے تو دراصل وہ کفر کا طریقہ اختیار کرتا ہے۔ اسلام اس کے سوا کچھ نہیں کہ انسان صرف اور صرف خدا کا بندہ ہو اسلام کے نزدیک آزادیٔ فکر و عمل بلکہ مطلق آزادی کوئی شے نہیں۔ آزادی تو خدا کے اوامر و نواہی کی غلامی کا نام ہے۔ خدائے عظیم برتر جگہ جگہ قرآن مجید میں انسانوں سے خطاب کرتا ہے۔ انہیں عبادی (اے میرے پیارے بندو) اے میرے عزیز غلامو کہہ کر پکارتا ہے اور جب کبھی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرے انبیا کرام علیہم السلام کے متعلق بات کرتا ہے تو بڑے فخر سے

انہیں عبادنا عبدنا کا لقب دیتا ہے اور ایسے میں بڑی محبت سے خطاب کرتا ہے۔

غرضیکہ انہی اینٹوں سے اسلامی معاشرت کی عمارت تعمیر ہوئی تھی اور اسلامی حکومت انہی بنیادوں پر قائم ہوئی تھی۔ یہ معاشرت و حکومت اپنی فطرت میں ان افراد کے اخلاق و نفسیات کی بڑی صورتیں اور تصویریں تھیں اور ان افراد کی طرح ان سے بنا ہوا معاشرہ بھی صالح امانتدار دنیا پر آخرت کو ترجیح دینے والا اور مادی اسباب پر حاکم نہ کہ اس کا محکوم تھا۔ اس معاشرے کے اقدار میں تاجر کی صداقت و امانت' ایک محتاج کی سادگی و مشقت' ایک عامل کی محنت و خیر خواہی' ایک غنی اور مالدار کی سخاوت و ہمدردی' ایک قاضی کا انصاف اور معاملہ فہمی' ایک والی مالک کا اخلاص و امانتداری' ایک رئیس و سردار کی تواضع و رحم دلی' ایک وفادار خادم کی قوت کار اور ایک ایماندار محافظ کی نگرانی و نگہبانی جمع تھی اور یہ حکومت دعوت و ہدایت کی علم بردار حکومت تھی۔

ترجمہ: "تمہیں بہترین گروہ بنا کر لوگوں کے لئے بھیجا گیا ہے تاکہ تم نیکیوں کا حکم دو اور برائیوں کی روک تھام کرو اور اللہ پر ایمان لاؤ۔"

گویا اسلام اور اللہ کے دین کو دنیا بھر کے انسانوں کی زندگیوں پر غالب کر دینا مسلمان قوم کا مقصد وجود ہے۔ اس معاشرے کے اثر و نفوذ اور اس حکومت کے تحت عوامی زندگی میں ہر طرف ایمان و عمل صالح صدق و اخلاص' جہاد و اجتہاد' لین دین میں عدل و اعتدال اور اپنے اور دوسروں کے ساتھ انصاف نظر آنے لگا۔ یہ فرد صالح ہر اس امتحان و آزمائش میں پورا اترا جو کمزور پہلوؤں کو ظاہر کر دیتی اور مخفی صلاحیتوں کو جانچتی ہے' یہ فرد آزمائش کی ان بھٹیوں سے کھرے اور خالص سونے کی طرح نکلا جس میں کوئی کھوٹ اور ملاوٹ نہ تھی۔ اس نے ہر موقع پر قوت ایمانی' قوت ارادی' نبوی تربیت کی تاثیر' پاک نفسی و احساس ذمہ داری' امانت و بے نیازی اور ایثار کا وہ بلند نمونہ پیش کیا۔ جن کی ماہرین نفسیات اور علماً اخلاقیات اور مؤرخین و ماہرین بشریات توقع بھی نہیں کر سکتے۔ نازک موقعوں میں سب سے نازک آزمائش اس امیر و حاکم کی ہے جو کسی کے آگے جوابدہ نہیں نہ اسے کوئی متجسس آنکھ دیکھتی ہے اور نہ اسے کسی عدالت کا سامنا ہے۔ ایسا حاکم اپنے لئے چیزوں اور اپنے ذاتی مال کی طرف سے بے رغبتی دکھاتا اور اس معمولی مال کا بھی روادار نہیں ہوتا جس کی شریعت اجازت دیتی ہے اور جو عرف عام میں رائج ہے اور جسے کسی زمانے کے لوگوں نے اہمیت نہیں دی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا کہ حاکم و محکوم کی تفریق غلط ہے' حاکم صرف اللہ کی ذات ہے اور انسان اس کا انتظامی نائب ہے۔ لہذا کسی انسان کو یہ حق نہیں کہ وہ دوسرے انسانوں کو محکوم بنا کر اپنا بندہ بنائے' وہ مالک نہیں منتظم ہے اسے خود بھی معصیت خداوندی سے اجتناب کرنا چاہئے اور دوسروں سے بھی معصیت الٰہی میں اپنی اطاعت نہیں کرانی چاہئے کتاب و سنت میں اس کی وضاحت یوں کی گئی ہے:

☆ "حکم صرف اللہ کا ہے۔"
(سورۂ یوسف)

☆ "ملک کا مالک تو جسے چاہتا ہے ملک دیتا ہے اور جس سے چاہتا ہے ملک لے لیتا ہے۔" (سورۂ آل عمران)

☆ "کہو کون ہے جس کے ہاتھ میں ہر چیز کی حکومت ہے۔" (سورۂ مومنون)

☆ "سو پاک ہے وہ ذات جس کے ہاتھ میں ہر چیز کی حکومت ہے۔"
(سورۂ یٰسین)

☆ "پس اللہ تعالیٰ کے لئے ہے (جو) بلند (اور) بڑا ہے۔" (سورۂ انعام)

☆ "سن لو کہ حکم اسی کا ہے۔"
(سورۂ مومن)

(الف) "خالق کی نافرمانی میں کسی مخلوق کی کوئی اطاعت نہیں۔"
(مشکوٰۃ کتاب الامارت فصل ثانی ۳۲۱)

(ب) "میری امت میں جو شخص لوگوں کے معاملات میں سے کسی امر کا والی بنا' پھر اس نے لوگوں کو ان امور سے نہ بچایا جن سے اپنے آپ کی حفاظت کرتا ہے وہ جنت کی ہوا بھی نہیں پائے گا۔" (طبرانی)

لہذا حکومت کی بنیاد میں اس اصلاح کی ضرورت ہے کہ انسان پر انسان کی حکومت نہ ہو بلکہ خدا کی حکومت ہو۔ اس حکومت کو چلانے والے خود مالک الملک نہ بنیں بلکہ خدا کو "بادشاہ" تسلیم کر کے اس کے "نائب" اور "امین" کی حیثیت سے کام کریں' یہی وہ بنیادی اصلاح ہے جس کو اسلام جاری کرنا چاہتا ہے۔

دین وہی ہے جس کا اقتدار زمین میں قائم ہو' جس کا قانون چلے اور جس کے ضابطے پر زندگی کے معاملات کا انتظام ہو' یہ کام مسلمان قوم کا ہر فرد ذاتی حیثیت سے بھی انجام دے گا اور پوری مسلمان ملت مل کر بھی یہی کام سرانجام دے گی' پہلے اپنے گھر میں' اپنے ملک میں اور پھر ساری دنیا میں اللہ کے دیئے ہوئے نظام زندگی کو جاری و ساری کرے گی اسی کام کا نام اللہ کی حکومت قائم کرنا ہے' دنیا بھر میں ساری خرابی کی جڑ دراصل انسان کی حکومت ہے' اور اصلاح کی صورت یہی ہے کہ انسان پر خدا کی حکومت ہو' یہ زمین خدا کی بنائی ہوئی ہے' انسان کو خدا نے پیدا کیا' لاتعداد

اسباب زندگی جن کے بل پر انسان جی رہے ہیں خدا نے ہی مہیا کئے ہیں ملک خدا کا دوست خدا کی رعیت خدا کی تو پھر دوسرا اس کا حقدار کیونکر ہو گیا؟ آخر یہ کیونکر صحیح ہے کہ خدا کی رعیت پر خدا کے سوا کسی دوسرے کا قانون یا خود رعیت کا اپنا بنایا ہوا قانون جاری ہو ملک کسی کا حکم کسی کا ملکیت کسی کی اور مالک کوئی دوسرا بن جائے؟ رعیت خدا کی لیکن فرمانروائی کسی دوسرے کی ایسا ہونا صریحاً حق کے خلاف ہے تہذیب الحاد کا ایک عنصر "حاکمیت" جمہور بھی ہے۔ اس کا منشاء یہ ہے کہ ایک قوم کے عوام اپنی خواہشات اور اپنی آراء میں ہر قسم کی پابندیوں سے آزاد ہیں۔ مذہب و اخلاق کا کوئی ضابطہ ان کے فیصلے کی راہ میں حائل نہیں ہو سکتا' چونکہ کسی ریاست کی اصل قوت کا انحصار وہاں کے عوام پر ہوتا ہے' اس لئے اس سے یہ نتیجہ اخذ کر لیا گیا ہے کہ حاکمیت بھی انہیں کی ہونی چاہئے اس فلسفہ کا سب سے بڑا اعجاز یہ ہے کہ اس نے حاکم اور محکوم کی دوئی کو مٹا دیا ہے اب عوام ہی حاکم بھی ہیں اور محکوم بھی۔

سرمایہ دارانہ جمہوریت کا ایک دعویٰ یہ بھی ہے کہ اس میں فرد کو آزادی حاصل ہے۔ مگر یہ دعویٰ بھی اتنا ہی باطل ہے جتنے کہ دوسرے دعاوی۔ فرد کی آزادیٔ رائے اسی وقت تک قابل برداشت ہے جب تک کہ یہ حکمران طبقہ کے مفاد کے لئے نقصان دہ نہ ہو مگر جونہی یہ اس پر اثر انداز ہونا شروع ہوتی ہے اسی وقت اس کی حدود ختم ہو جاتی ہیں۔ "اسلام کا نظام شوریٰ" اسلامی حکومت میں کسی امیر کو اس بات کی اجازت نہیں کہ وہ اپنی مرضی اور خواہش سے احکام نافذ کرے احکام خداوندی کی پیروی کرنا ہوگی اور اجتہاد و استنباط اور اس کے نفاذ میں اسے متقدر اور ذمہ دار افراد سے مشورہ کرنا ہوگا۔

☆ "اور ان کا کام آپس میں مشورے سے ہوتا ہے۔" (سورۂ شوریٰ)

☆ "اور معاملات میں ان سے مشورہ لے پھر جب پختہ ارادہ کرے تو اللہ پر ہی بھروسہ کر' اللہ توکل کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔" (سورۂ آل عمران)

☆ "حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عزم کے بارے میں سوال کیا گیا۔ آپؐ نے فرمایا: اہل الرائے سے مشورہ کرنا اور پھر ان کی پیروی کرنا۔" (ابن کثیر جلد ا صفحہ ۴۲۰)

☆ "حضرت عمرؓ فرمایا کرتے تھے کہ مشورہ کے بغیر کوئی خلافت نہیں۔" (کنز العمال جلد ۵ ص ۱۳۹)

☆ "محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کے ایک سوال کے جواب میں فرمایا: میری امت کے عابد لوگوں کو جمع کر کے باہمی مشورہ کرو اور کسی ایک کی رائے پر فیصلہ نہ کرو۔"

(روح المعانی جلد ۲۵ ص ۴۲)

مشاورت اسلامی طرز زندگی کا ایک اہم ستون ہے اور شوریٰ کے بغیر اجتماعی کام چلانا نہ صرف جاہلیت کا طریقہ ہے بلکہ اللہ کے مقرر کئے ہوئے ضابطے کی صریح خلاف ورزی بھی ہے۔ مشاورت کو اسلام میں اہمیت کیوں دی گئی' اس کے وجوہ پر اگر غور کیا جائے تو درج ذیل تین باتیں واضح طور پر سامنے آتی ہیں:

(۱) جس معاملے کا تعلق دو یا زائد آدمیوں کے مفاد سے ہو اس میں کسی ایک شخص کا اپنی رائے سے فیصلہ کر دینا اور دوسرے متعلقہ اشخاص کو نظر انداز کر دینا زیادتی ہے مشترک معاملات میں کسی کو اپنی من مانی چلانے کا حق نہیں ہے۔ انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ ایک معاملہ جتنے لوگوں کے مفاد سے تعلق رکھتا ہو اس میں ان سب کی رائے لی جائے اور اگر وہ کسی بہت بڑی تعداد سے متعلق ہو ان کے معتمد علیہ نمائندوں کو شریک مشورہ کیا جائے۔

(۲) انسان مشترک معاملات میں اپنی من مانی چلانے کی کوشش یا تو اس وجہ سے کرتا ہے کہ وہ اپنی ذاتی اغراض کے لئے دوسروں کا حق مارنا چاہتا ہے یا پھر اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ وہ اپنے آپ کو بڑا اور دوسروں کو حقیر سمجھتا ہے اخلاقی حیثیت سے یہ دونوں صفات یکساں قبیح ہیں اور مومن کے اندر ان میں سے کسی صفت کا شائبہ بھی نہیں پایا جا سکتا' مومن نہ خود غرض ہوتا ہے کہ دوسروں کے حق پر دست درازی کر کے خود ناجائز فائدہ اٹھانا چاہے اور نہ وہ متکبر اور خود پسند ہوتا ہے کہ اپنے آپ ہی کو عقل کل اور علیم و خبیر سمجھے۔

(۳) یہ کہ جن معاملات کا تعلق دوسروں کے حقوق اور مفاد سے ہو ان میں فیصلہ کرنا ایک بہت بڑی ذمہ داری ہے' کوئی شخص جو خدا سے ڈرتا ہو اور یہ جانتا ہو کہ اس کی کتنی سخت جواب دہی اسے اپنے رب کے سامنے کرنی پڑے گی' کبھی اس بھاری بوجھ کو تنہا اپنے سر لینے کی جرأت نہیں کر سکتا۔ اس طرح کی جرأتیں صرف وہی لوگ کرتے ہیں جو خدا سے بے خوف اور آخرت سے بے فکر ہوتے ہیں۔ خدا ترس اور آخرت کی باز پرس کا احساس رکھنے والا آدمی تو لازماً یہ کوشش کرے گا کہ ایک مشترک معاملہ جن جن سے بھی متعلق ہو ان سب کو یا ان کے بھروسے کے نمائندوں کو اس کا فیصلہ کرنے میں شریک مشورہ کرے تاکہ زیادہ سے زیادہ صحیح اور بے لاگ اور مبنی بر انصاف فیصلہ کیا جا سکے اور اگر کوئی نادانستہ کوئی غلطی ہو بھی جائے تو تنہا کسی ایک ہی شخص پر اس کی ذمہ داری نہ آپڑے یہ تین وجوہ ایسے ہیں جن پر اگر آدمی غور کرے تو اس کی سمجھ میں یہ بات

اچھی طرح آ سکتی ہے کہ اسلام جس اخلاق کی انسان کو تعلیم دیتا ہے' مشورہ اس کا لازمی تقاضا ہے اور اس سے انحراف ایک بہت بڑی بداخلاقی ہے جس کی اسلام کبھی اجازت نہیں دے سکتا۔ اسلامی طرز زندگی یہ چاہتا ہے کہ مشاورت کا اصول ہر چھوٹے بڑے اجتماعی معاملے میں برتا جائے' گھریلو معاملات ہوں تو ان میں میاں اور بیوی باہم مشورے سے کام کریں اور بچے جب جوان ہو جائیں تو انہیں بھی شریک مشورہ کرلیا جائے' خاندان کے معاملات ہوں اور سب لوگوں کا شریک مشورہ ہونا ممکن نہ ہو تو ان کا فیصلہ کوئی ایسی پنچائت یا مجلس کرے جس میں کسی متفق علیہ طریقے کے مطابق تمام متعلقہ لوگوں کے معتمد علیہ نمائندے شریک ہوں۔ ایک پوری قوم کے معاملات ہوں تو ان کے چلانے کے لئے قوم کا سربراہ سب کی مرضی سے مقرر کیا جائے اور وہ قومی معاملات کو ایسے صاحب رائے لوگوں کے مشورے سے چلائے جن کو قوم قابل اعتماد سمجھتی ہو اور وہ اسی وقت تک سربراہ رہے جب تک قوم خود اسے اپنا سربراہ بنائے رکھنا چاہے۔

کوئی ایمان دار آدمی زبردستی قوم کا سربراہ بننے اور بنے رہنے کی خواہش یا کوشش نہیں کرسکتا' نہ یہ فریب کاری کرسکتا ہے کہ پہلے بزور قوم کے سر پر مسلط ہو جائے اور پھر جبر کے تحت لوگوں کی رضامندی طلب کرے اور نہ اس طرح کی چالیں چل سکتا ہے کہ اس کو مشورہ دینے کے لئے لوگ اپنی آزاد مرضی سے اپنی پسند کے نمائندے نہیں بلکہ وہ نمائندے منتخب کریں جو اس کی مرضی کے مطابق رائے دینے والے ہوں' ایسی ہر خواہش صرف اس نفس میں پیدا ہوتی ہے جو نیت کی خرابی سے ملوث ہو اور اس خواہش کے ساتھ امرھم شوریٰ بینھم کی ظاہری شکل بنانے اور اس کی حقیقت غائب کردینے کی کوشش کرسکتا ہے جسے خدا اور خلق خدا کو دھوکا دینے میں کوئی باک نہ ہو' حالانکہ نہ خدا دھوکا کھا سکتا ہے اور نہ خلق خدا ہی اتنی اندھی ہو سکتی ہے کہ کوئی شخص دن کی روشنی میں علانیہ ڈاکہ مار رہا ہو اور وہ سچے دل سے یہ سمجھتی رہے کہ وہ ڈاکہ نہیں مار رہا ہے' بلکہ لوگوں کی خدمت کررہا ہے۔ امرھم شوریٰ بینھم کا قاعدہ خود اپنی نوعیت اور فطرت کے لحاظ سے درج ذیل باتوں کا تقاضا کرتا ہے:

۱:...... اجتماعی معاملات جن لوگوں کے حقوق اور مفاد سے تعلق رکھتے ہیں انہیں اظہار رائے کی پوری آزادی حاصل ہو اور وہ اس بات سے پوری طرح باخبر رکھے جائیں کہ ان کے معاملات فی الواقع کس طرح چلائے جارہے ہیں اور انہیں اس امر کا بھی پورا حق حاصل ہو کہ اگر وہ اپنے معاملات کی سربراہی میں کوئی غلطی یا خامی یا کوتاہی دیکھیں تو اس پر ٹوک سکیں' احتجاج کرسکیں اور اصلاح ہوتی نہ دیکھیں تو سربراہ کاروں کو بدل سکیں' لوگوں کا منہ بند کرکے اور ان کے ہاتھ پاؤں کس کر اور ان کو بے خبر رکھ کر ان کے اجتماعی معاملات چلانا صریح بددیانتی ہے جسے کوئی شخص بھی "اپنے معاملات آپس کے مشورے سے چلاتے ہیں" کے اصول کی پیروی نہیں مان سکتا۔

۲:...... اجتماعی معاملات کو چلانے کی ذمہ داری جس شخص پر بھی ڈالی ہو اسے لوگوں کی رضامندی سے مقرر کیا جائے اور یہ رضامندی ان کی آزادانہ رضامندی ہو' جبراً اور تخویف سے حاصل کی ہوئی یا تحریص واطماع سے خریدی ہوئی یا دھوکے اور فریب اور مکاریوں سے کھسوٹی ہوئی رضامندی درحقیقت رضامندی نہیں ہے' کسی بھی قوم کا سربراہ وہ نہیں ہوتا جو ہر ممکن طریقے سے کوشش کرکے اس کا سربراہ بنے بلکہ وہ ہوتا ہے جس کو لوگ اپنی خوشی اور پسند سے اپنا سربراہ بنائیں۔

۳:...... سربراہ کار کو مشورہ دینے کے لئے بھی ایسے لوگ مقرر کئے جائیں جن کو قوم کا اعتماد حاصل ہو اور ظاہر بات ہے کہ ایسے لوگ کبھی بھی صحیح معنوں میں حقیقی اعتماد کے حامل قرار نہیں دیئے جاسکتے جو باؤ ڈال کر یا مال سے خرید کر جھوٹ اور مکر سے کام لے کر یا لوگوں کو گمراہ کرکے نمائندگی کا مقام حاصل کریں۔

۴:...... مشورہ دینے والے اپنے علم اور ایمان و ضمیر کے مطابق مشورہ دیں اور اس طرح کے اظہار رائے کی انہیں پوری آزادی حاصل ہو' یہ بات جہاں نہ ہو جہاں مشورہ دینے والے کسی لالچ یا خوف کی بنا پر یا کسی جتھہ بندی میں کسے ہوئے ہونے کی وجہ سے خود اپنے علم اور ضمیر کے خلاف رائے دیں وہاں درحقیقت خیانت اور غداری ہوگی نہ کہ امرھم شوریٰ بینھم کی پیروی۔

۵:...... جو مشورہ اہل شوریٰ کے اجماع (اتفاق رائے) سے دیا جائے یا جسے ان کے جمہور (اکثریت) کی تائید حاصل ہو جائے اسے تسلیم کیا جائے' کیونکہ ایک شخص یا ایک ٹولہ سب کی سننے کے بعد بھی اپنی من مانی کرنے کا مختار ہو تو مشاورت بالکل بے معنی ہو جاتی ہے اللہ تعالیٰ یہ نہیں فرما رہا ہے کہ: "ان کے معاملات میں ان سے مشورہ لیا جاتا ہے۔" بلکہ یہ فرما رہا ہے کہ: "ان کے معاملات آپس کے مشورے سے چلتے ہیں۔" اس ارشاد ربی کی تعمیل محض مشورہ لے لینے سے نہیں ہو جاتی بلکہ اس کے لئے ضروری ہے کہ مشاورت میں اجماع یا اکثریت کے ساتھ جو بات طے ہو اس کے مطابق معاملات چلیں۔

اسلام کے اصول شوریٰ کی اس توضیح کے ساتھ یہ بنیادی بات بھی نگاہ میں رہے کہ یہ شوریٰ مسلمانوں کے معاملات کو چلانے میں مطلق العنان اور مختار کل نہیں ہے بلکہ لازماً اس دین کے حدود سے محدود ہے جو

اللہ تعالیٰ نے خود اپنی تشریع سے مقرر فرمایا ہے اور اس اصل الاصول کا پابند ہے کہ: ''تمہارے درمیان جس معاملہ میں بھی اختلاف ہو اس کا فیصلہ کرنا اللہ کا کام ہے۔'' اور ''تمہارے درمیان جو نزاع بھی ہو اس میں اللہ اور رسولؐ کی طرف رجوع کرو'' اس قاعدہ کلیہ کے لحاظ سے مسلمان شرعی معاملات میں اس امر پر تو مشورہ کر سکتے ہیں کہ کس نص کا صحیح مفہوم کیا ہے اور اس پر عملدرآمد کس طریقہ سے کیا جائے تاکہ اس کا منشاء ٹھیک طور سے پورا ہو لیکن اس غرض سے کوئی مشورہ نہیں کر سکتے کہ جس معاملہ کا فیصلہ اللہ اور اس کے رسولؐ نے کر دیا ہو اس میں وہ خود کوئی آزادانہ فیصلہ کریں۔

جمہور کی رائے کی اہمیت:

بلاشبہ اسلام نے جمہور ملت اور مسلمانوں کی عمومی پسند اور انتخابات کی اہمیت تسلیم کی ہے۔ یہاں تک کہ اسے اجماع' استحسان' عرف اور تعامل امت کے نام سے اسلامی قانون کا ایک اہم رکن قرار دیا ہے مگر اس کے ساتھ اس نے یہ بھی لازم قرار دیا ہے کہ جمہور کا کوئی فیصلہ نہ تو کتاب و سنت اور خدا اور رسولؐ کی مرضی اور دین کے عمومی مزاج سے متصادم ہو اور نہ کسی چیز کو اپنانے میں خواہش پرستی' نفس پروری اور دین سے گریز کا داعیہ شامل ہو۔

اسلام میں فرد کی آزادی:

اسلام میں اگر جمہوریت ہے تو وہ صرف اس معنی میں ہے کہ مسلمانوں کا کوئی اعلیٰ سے اعلیٰ حاکم بھی خدا اور رسولؐ کے تشریعی اختیارات میں دست اندازی نہیں کر سکتا۔ البتہ وہ ہر شہری کو حق دیتا ہے کہ منکرات پر قرآن و سنت کی روشنی میں تنقید اور معروضات کی تلقین کرے۔ کلمہ حق کہنے کا حق ہر جابر و قاہر بادشاہ کے سامنے ہر ادنیٰ رعیت کو حاصل ہے' بھلائی کی بات سے کوئی طاقت کسی مسلمان کو نہیں روک سکتی۔ یہ آزادی رائے اسلام کی خاطر ہے اسلام کے خلاف نہیں ہے ایک ضعیف بڑھیا عورت فاروق اعظمؓ جیسے خلیفہ عادل کو ٹوکنے کی مجاز ہے۔ صدر مملکت یا سربراہ قوم ہر بات میں اللہ تعالیٰ اور تمام رعایا (عوام) کے سامنے جواب دہ ہے یہ مطلب ہرگز نہیں کہ جمہوریت کے نام پر ہر فرد دین' شریعت' اخلاق اور تہذیب کے بندھنوں سے آزاد ہو جاتا ہے۔

حجۃ الوداع میں امت کا اقرار و اعتراف:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آخری خطبہ جسے حجۃ الاسلام اور بعض حجۃ البلاغ کا نام دیتے ہیں میں امت سے اس بات پر گواہی دلوائی اور ایک لاکھ سے اوپر صحابہ کرامؓ سے دریافت کیا: ''میں نے تبلیغ کا حق کر دیا۔'' ذمہ داری سے سبکدوش ہو گیا یا نہیں؟ فریضہ نبوت ادا کر دیا یا نہیں؟ سب نے یک زبان ہو کر جواب دیا: ''آپ نے ادائے امانت کا حق ادا کر دیا'' فرمایا: 9 ذی الحجہ کو زوال شمس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میدان عرفات کے وسط میں قصواء اونٹنی پر بیٹھے ہوئے یہ خطبہ ارشاد فرمایا:

''اے لوگو! میری بات اچھی طرح سن لو کیونکہ شاید میں اس سال کے بعد اس جگہ تم سے پھر کبھی نہ مل سکوں۔

اے لوگو! قیامت تک کے لئے تمہاری جانیں اور تمہارا مال ایک دوسرے کے لئے اسی طرح محترم ہے جس طرح یہ دن اور مہینہ محترم ہے۔ عنقریب تم اپنے رب سے ملو گے وہ تم سے تمہارے اعمال کی جوابدہی کرے گا' اچھی طرح جان لو کہ میں نے تمہیں تمہارے پروردگار کی باتیں پہنچا دی ہیں جس شخص کے پاس کسی کی کوئی امانت ہو وہ اس کے مالک کو لوٹا دے' آج سے ہر قسم کا سود ختم کیا جاتا ہے تم صرف اصل رقم کے حق دار ہو تم کسی پر ظلم نہ کرو' تمہارے ساتھ ظلم نہیں کیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فیصلہ کر دیا ہے کہ سود کو ختم کر دیا جائے۔ عباسؓ بن عبدالمطلب کا جو سود دوسروں کے ذمہ واجب ہے وہ ختم کیا جاتا ہے یاد رکھو جس قدر خون زمانہ جاہلیت کے تھے سب ختم کئے جاتے ہیں اور سب سے پہلے جو خون زمانہ جاہلیت کا میں معاف کرتا ہوں وہ ابن ربیعہ بن حارث بن عبدالمطلب کا ہے۔

اے لوگو! اس تمہارے ملک میں شیطان اپنی پرستش سے ہمیشہ کے لئے ناامید ہو گیا ہے' البتہ چھوٹی چھوٹی باتوں میں جنہیں تم بڑے گناہوں میں شامل نہ کرو گے اس کی پیروی کرو گے' اور وہ اس پر خوش ہوگا۔ لہٰذا تمہیں اپنے دین کی شیطان سے حفاظت لازمی ہے۔

اے لوگو! بدعت (حرام مہینوں کو حلال کر لینا اور اس کے بدلے حلال مہینوں کو حرام کر لینا) کفر ہے' وہ لوگ کسی مہینے کو کسی سال نفسانی غرض سے حلال کر لیتے ہیں اور کسی سال جب کوئی غرض نہ ہو' حرام سمجھتے ہیں' تاکہ اللہ تعالیٰ نے جو مہینے حرام کئے ہیں صرف ان کی گنتی پوری کر لیں' اس طرح اللہ تعالیٰ کے حرام کئے ہوئے مہینے کو حلال کر لیتے ہیں اور اس کے حلال کئے ہوئے مہینے کو حرام۔

ابتداء میں جب خدا نے آسمان و زمین کو پیدا کیا تھا زمانہ پھر پھرا کر آج پھر

اسی نقطہ پر آ گیا۔ اللہ تعالیٰ نے سال کے بارہ مہینے مقرر فرمائے ہیں جن میں چار مہینے قابل احترام ہیں' تین تو متواتر مہینے ہیں (ذی القعدہ' ذی الحجہ اور محرم) اور ایک مہینہ اکیلا ہے یعنی رجب جو جمادی الثانی اور شعبان کے بیچ میں ہے۔

اے لوگو! تمہارا تمہاری عورتوں پر حق ہے اور تمہاری عورتوں کا بھی تم پر حق ہے۔ تمہارا عورتوں پر یہ حق ہے کہ وہ کسی غیر مرد کو اپنے قریب نہ آنے دیں۔ یہ بات تمہارے لئے غیظ و غضب کا موجب ہوگی نیز وہ بے حیائی کے ارتکاب سے جدا مطلق کنارہ کش رہیں اگر وہ ایسا کریں تو اللہ تعالیٰ نے تمہیں اجازت دی ہے کہ تم انہیں اپنے سے جدا سلاؤ اور ایسی بدنی سزا دو جو زیادہ تکلیف دہ نہ ہو پھر اگر وہ ان باتوں سے باز آ جائیں تو عام دستور کے مطابق ان کے کھانے پینے کا خیال رکھو' عورتوں کے ساتھ بھلائی سے پیش آتے رہو وہ تمہاری مددگار ہیں اور اپنے واسطے کچھ اختیار نہیں رکھتیں' تم نے اللہ کی اس امانت کو اپنی تحویل میں لیا ہے اور اللہ تعالیٰ کے مقررہ کردہ دو کلمات (ایجاب و قبول) ادا کرنے کے ساتھ انہیں خود پر حلال کیا ہے۔

اے لوگو! میری باتیں گوش ہوش سے سنو کیونکہ میں نے خدائی پیغام تم تک پہنچا دیا ہے' میں تم میں دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں کہ اگر تم انہیں مضبوطی سے پکڑ لو گے تو کبھی گمراہ نہ ہو گے اور وہ ہیں کتاب اللہ اور اس کے نبی کی سنت۔

اے لوگو! میری باتوں کو خوب غور سے سنو دیکھو ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے اور تمام مسلمان آپس میں بھائی' پس کسی شخص کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے بھائی کی دلی رضامندی کے بغیر اس کی کوئی چیز لے' پس تم ایک دوسرے پر ظلم کرنے سے باز رہنا۔

اے اللہ! تو سن رہا ہے کہ میں نے تیرا پیغام لوگوں تک پہنچا دیا۔"

"میثاق مدینہ" رائے اور مسلک کی آزادی کا بہترین نمونہ ہے۔ علاوہ ازیں پورا "خطبہ حجۃ الوداع" انسانی حقوق کے تحفظ کا ایک "چارٹر" ہے۔ ہادیٔ برحق صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ طرۂ امتیاز ہے کہ انہوں نے پوری نسل انسانی کو اس کے بنیادی انسانی حقوق سے نہ صرف آگاہ کیا' بلکہ ایک ایسی ملت کی تشکیل کی جو ان حقوق کا تحفظ کرنے والی تھی۔ اقوام متحدہ نے ۱۹۴۸ء میں "انسانی حقوق" کا اعلان کیا جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آج سے چودہ سو بائیس سال پہلے انسانی حقوق کا اعلان کر دیا تھا۔ یہ اعلان فرد کے حقوق کو قبول کرتا ہے اور حکومت کے اختیارات پر حد قائم کرتا ہے اس سلسلے میں اسلام اور اشتراکیت ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ اشتراکیت سرے سے انسان کا کوئی حق تسلیم ہی نہیں کرتی وہ تمام حقوق حکومت کو دیتی ہے حقیقت یہ ہے کہ اسلام نے نہ تو کسی صدارتی یا پارلیمنٹری نظام کو یہ حق دیا ہے اور نہ کسی فسطائیت اور ڈکٹیٹر شپ کو کہ وہ جیسا چاہیں مسلمانوں کی معاشرت تمدن اور معاشیات سے متعلق کسی بھی مسئلہ میں قانون سازی کریں نہ وہ کسی منصوص محرمات اور قطعی منکرات یا معروضات پر رائے شماری برداشت کرتا ہے بلکہ اسلام کی نگاہ میں کسی اسمبلی یا مجلس شوریٰ کی حیثیت ایک قانون دان کی ہے "قانون ساز" کی نہیں یہ قانون دانی معاشرہ کے کسی خاص طبقہ اور کسی فرد یا جماعت کے نام الاٹ نہیں اور پھر یہ کہ دنیا کے ہر قانون کے بارے میں بولنے اور رائے دینے کا حق صرف اسی کو دیا جا سکتا ہے جو اس قانون کی بنیادی زبان سے واقف ہوں۔ ابتدائے اسلام میں اسی طرح ہوا کہ دوسرے ممالک اس طرح تبدیل ہوئے کہ ساتھ عرب کے جسم و بدن پرفٹ آ گئے' لیکن جب فتوحات کی کثرت ہوئی اور ایرانی' رومی کلیانی' حبشی' قبطی' ترکستانی اور سندھی اقوام اسلام کے حلقہ بگوش ہوئیں یا زیر اقتدار آئیں تو وہ اپنا مخصوص معاشرہ اور تمدن ساتھ لائیں۔ ان کے عادات و معاملات مختلف تھے' معاشی اور سیاسی نظام میں تفاوت تھا کہیں ایرانی تہذیب و قانون کو دخل تھا تو کہیں رومی تمدن و قانون کا اثر تھا۔ غرض عجمیوں کے اختلاط سے ایک عجیب کشمکش پیدا ہوئی اور ان کے ساتھ معاملات سے نئی نئی ضرورتیں ابھریں اور بہت سے نئے مسائل حل طلب قرار پائے۔ یہ وقت رہنمایان ملت کے لئے نہایت نازک تھا اور دشوار گزار بھی لیکن فقہائے کرام نے جس انداز سے مسلمانوں کی رہنمائی کے فرائض انجام دیئے اور نئے احوال و ظروف کو جس ہمت کے ساتھ ہدایت کے وسیع دامن میں سمیٹا کہ قانون کی تاریخ اور ملی خدمات میں اس کی نظیر نہیں ملتی۔

فقہائے کرام کا اجماع! اجماع صحابہ کرامؓ کے بعد چوتھے نمبر پر مسائل دین میں جس چیز کو حجت کی حیثیت حاصل ہے وہ دور صحابہؓ کے بعد علماء وفقہائے امت کا اجماع ہے۔ جنہوں نے حوادث اور نوازل کو کتاب وسنت کی کسوٹی پر پرکھا' عصری تقاضوں کو اسلام کے قالب میں ڈھالا نہ کہ اسلام کو کھینچ تان کر نئے تقاضوں سے ہم آہنگ کیا' ہمارے سامنے فقہاء امت کی قانونی اور آئینی تفصیلات اور تشریحات کا ذخیرہ

موجود ہے۔ انہوں نے ہر دور کے نازک اور پیچیدہ ترین مسائل پر اصول شریعت کی تطبیق وتنقیح کا ایک بے مثال کارنامہ چھوڑا ہے مگر اس کی حیثیت بھی از خود کسی قانون سازی کی نہیں بلکہ اصول وعمل کی روشنی میں کسی چیز کی جائز یا ناجائز حیثیت ظاہر کر دینے کی ہے۔

اسلامی فقہ کے مکاتب فکر نے اگر کسی رائے کو کتاب وسنت سے قریب پایا تو اسے قبول کر لیا اور جسے ہٹا ہوا سمجھا اسے مسترد کر دیا' خواہ اس کے کہنے والے کتنے ہی زیادہ کیوں نہ ہوں' قانون سازی کی حد تک اسلام میں قطعی حق اللہ اور اس کے رسولؐ کے ساتھ مخصوص ہے احکام وقوانین کا جو ذخیرہ ہمارے پاس موجود اور محفوظ ہے اس کی وسعت وتنوع کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ ہارون الرشید کی سلطنت جو سندھ سے ایشیائے کوچک تک پھیلی ہوئی تھی وہ انہی احکام و قوانین پر قائم تھی۔

اگر فرانسیسی زبان کے ابجد سے بھی ناواقف شخص قانون فرانس کی ترجمانی نہیں کر سکتا اور انگریزی سے نابلد شخص برٹش لا کی گتھیاں نہیں سلجھا سکتا اور کسی ہل جوتنے والے ان پڑھ کاشتکار کو ہم تعزیرات پاکستان کی تشریح کا حق نہیں دے سکتے تو پھر قرآن وسنت اور اس کے استنباط اور اجتہاد کا حق بھی ہم ایسی پارلیمنٹ کو نہیں دے سکتے' جس کی اکثریت اسلامی اصول شریعت کے مبادیات تو کیا نفس اسلام کے ابجد سے بھی ناواقف ہو۔

ایسا کرنا خدائے عظیم وحکیم کے آسمانی قانون کے ساتھ ایک ایسا مذاق ہوگا جس کی نظیر زمین پر انسانوں کے بنائے ہوئے قانون کے ساتھ کسی بھی مذہب اور قوم میں نہیں مل سکتی۔ قانون دانی کی تمام شرائط اور تقاضوں پر پورا اترنے والے افراد بھی اگر کچھ کر سکتے ہیں تو صرف یہی کہ کتاب وسنت پر مبنی احکام و قوانین کو زندگی کے مختلف شعبوں پر لاگو کرنے کی صورتیں تجویز کریں۔

صحابہ کرام کا اجماع! قرآن وسنت کے بعد تیسرے درجے میں اہم ترین حیثیت صحابہ کرامؓ کے اجماع کی ہے۔ یہ بات تمام معتبر تاریخی روایات سے ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب حضرت معاذ بن جبل کو یمن کا حاکم عدالت بنا کر بھیج رہے تھے تو آپؐ نے ان سے پوچھا کہ: تم کس چیز کے مطابق فیصلے کرو گے؟

انہوں نے عرض کیا: ''کتاب اللہ کے مطابق''

آپؐ نے پوچھا: اگر کتاب اللہ میں کسی معاملے کا حکم نہ ملے تو کس چیز کی طرف رجوع کرو گے؟ انہوں نے کہا: سنت رسول اللہ کی طرف۔ آپ نے فرمایا: اگر اس میں بھی کچھ نہ ملے؟ انہوں نے کہا کہ: پھر میں خود اجتہاد کروں گا۔ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سینے پر ہاتھ رکھ کر فرمایا شکر ہے اس خدا کا جس نے اپنے رسول کے نمائندے کو وہ طریقہ اختیار کرنے کی توفیق بخشی جو اس کے رسول کو پسند ہے۔ جب تک نزول شرائع کا سلسلہ جاری رہا ہدایت نے صرف زمانہ نزول کے معاشرہ کو اپنا مطمح نظر بنایا اور یہ سلسلہ بند ہوا تو ہدایت کے بنیادی قواعد میں تمام ان احوال وظروف کو بھی جگہ دی گئی جو بعد میں ظہور پذیر ہونے والے تھے۔ نزول ہدایت کے وقت ظاہر ہے کہ عرب کا معاشرہ سادہ تھا۔ عقلی موشگافی اور تمدنی پیچ دیچ کو اس میں دخل نہ تھا سادہ ذہن کے مطابق احکام شرعیہ نہایت سادگی کے مطابق فیصل ہوتے تھے۔ اسلامی تاریخ کے کسی دور میں بھی ایسی مثال نہیں ملتی کہ ''ہدایت'' نے معاشرہ کے مروجہ احکام مراسم یا مرغوبات ومالوفات کے بارے میں شمشیر بے نیام ہو کر فیصلہ کیا ہو کہ جو بات دیکھی اس کو ختم کر دیا اور جو چیز لوگوں کی پسندیدہ ہوئی اس سے روک دیا بلکہ ہمیشہ اس نے لوگوں کی نفسیات اور مزاجی کیفیات کے پیش نظر اپنے لئے جو جامہ تیار کیا اس میں تقریباً وہی سب سامان لگایا جو مروج اور معاشرہ میں موجود تھا۔ پہلے اس نے روح پھونکی اور نقشے میں اتار ابھار اپنے سانچے میں ڈھال کر قبول کر لیا۔ دور جانے کی ضرورت نہیں آخری ہدایت نے شریعت کے نام سے ملکی ومعاشرتی قوانین کا جو جامہ تیار کیا ہے اس میں عرب کے معاشرہ کی ساخت وپرداخت ہے بلکہ یہ کہنا زیادہ درست ہوگا کہ زیادہ دخل ہے' جس طرح ہر زمانے کا معاشرہ اس وقت کی ہدایت کا تشریعی مادہ ہوتا تھا اسی طرح عرب کا معاشرہ آخری ہدایت کا تشریعی مادہ قرار دیا جاتا ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ ہدایت کے بنیادی قواعد میں بعد کی ہونے والی تبدیلیوں کو سمیٹنے کی نہ صرف گنجائش اور وسعت ہے بلکہ حوصلہ افزائی اور تاکید ہے کہ اس کے بغیر اسلام کی عالمگیریت پر حرف آتا ہے اور اسلام صرف ایک دور میں محدود ہو جاتا ہے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد فقہائے کرام نے معاشرتی تبدیلیوں کو سمیٹ کر دکھایا اور ہر اس چیز کو قبول کیا جو قبول کرنے کے لائق تھی۔ ہر اس مالی ومعاشی نظام سے استفادہ کیا جس سے استفادہ ملک وملت کے لئے ضروری یا مفید تھا۔

اور پھر یہ کہ قرآن حکیم دفعتاً نازل نہیں ہوا بلکہ ۲۳ سال کی مدت میں حسب ضرورت ومصلحت بتدریج اس کا نزول ہوا یعنی جیسی ضرورتیں پیش آئیں اور جس قسم کے مصالح کی رعایت ناگزیر ہوئی ان کی مناسبت سے احکام کا نزول ہوتا رہا۔ اس طریق نزول سے ایک طرف حالات وزمانہ کی رعایت کا ثبوت ملتا ہے تو دوسری طرف زندگی اور قانون میں باہمی ربط کی اہمیت واضح ہوتی ہے۔

☆☆..........☆☆

صاحبزادہ مولانا عزیز الرحمٰن رحمانی

شہادت ہے مطلوب و مقصود مومن

خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کی قسم کھا کر تین دفعہ یہ ارشاد فرمایا:

"والذی نفسی بیدہ لوددت ان اقتل فی سبیل اللہ ثم احیی ثم اقتل ثم احیی ثم اقتل"

ترجمہ: "میری خواہش ہے یا میں چاہتا ہوں کہ اللہ کے راستے میں قتل کر دیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں پھر قتل کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں پھر قتل کیا جاؤں۔"

اللہ رب العزت نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا ہے کہ:

"جو اللہ اور رسول ﷺ کی اطاعت کرے گا (قیامت کے دن) وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوگا جن پر اللہ نے انعام کیا ہے' نبیوں' صدیقین کے اور شہداء اور صالحین کے ساتھ۔"

ایک صحابیٔ رب کعبہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دعا کی کہ "اے اللہ! مجھے اپنے راستے میں شہادت عطا فرما۔"

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ آخری وقت میں رو رہے تھے کہ یا اللہ! میں نے زندگی بھر جہاد کیا لیکن شہادت کی سعادت حاصل نہ ہوئی!! شہادت جس کو گلے لگا کر عم رسول حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سید الشہداء کا لقب پایا۔ شہادت جس کے پانے کے بعد حضرت حنظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ملائکہ نے غسل دیا' شہادت جس کے لئے عمرو بن جموح رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک ٹانگ سے معذور ہونے کے باوجود غزوہ احد میں شرکت فرمائی اور شہادت کو گلے لگایا۔

قرآن کریم اور احادیث نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم میں مختلف مواقع پر شہادت اور شہید کے سینکڑوں فضائل بیان ہوئے ہیں جن میں سے چند مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) "جو اللہ کے راستے میں قتل کر دیا جائے اسے مردہ مت کہو "بلکہ وہ زندہ ہیں" اللہ کے راستے میں موت کو گلے لگا کر انسان ہمیشہ ہمیشہ کے لئے زندہ ہو جاتا ہے۔

(۲) عند ربھم یرزقون "ان کو اپنے رب کے پاس سے رزق دیا جاتا ہے۔

(۳) فرحین بما آتھم اللہ من فضلہ" اللہ تعالیٰ کے فضل کے حصول پر خوش ہوتے ہیں۔

(۴) اپنے پسماندگان لواحقین کے متعلق انہیں خوشخبری دی جاتی ہے کہ ان پر بھی خوف نہیں ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

(۵) اللہ کی نعمت کے حصول پر۔

(۶) فضل خداوندی کے حصول پر خوش ہوتے ہیں۔

(۷) ان کا اجر ضائع نہیں کیا جاتا' پورا پورا اجر دیا جاتا ہے۔

(۸) شہداء کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے مغفرت کی بشارت ہے۔

(۹) رحمت خداوندی کے حصول کی بشارت اور مژدہ سنایا جا رہا ہے۔

(۱۰) اجر عظیم عطا کئے جانے کی خوش خبری اللہ کی طرف سے ہے۔

(۱۱) اللہ تعالیٰ شہادت پانے والوں کے لئے صادق ہونے کی سند جاری فرما رہے ہیں۔

(۱۲) شہید قیامت کے دن اللہ کی بارگاہ میں اس طرح سے پیش ہوگا کہ اس کے زخموں سے خون بہہ رہا ہوگا جس کا رنگ تو خون کا ہوگا لیکن خوشبو مشک نافہ کی سی ہوگی۔

(۱۳) شہید کو اللہ تعالیٰ مرنے سے قبل ہی جنت اور اس کی نعمتوں کا مشاہدہ کرا دیتے ہیں اور شہادت کے وقت اس کو جو اعزاز و اکرام اور نعمتیں ملتی ہیں اس کے حصول کے لئے وہ رب تعالیٰ سے دوبارہ اس خواہش کا اظہار کرتا ہے اے اللہ! مجھے دوبارہ دنیا میں بھیج دیں تاکہ میں تیرے راستے میں جہاد کروں اور قتل کر دیا جاؤں۔

(۱۴) حدیث کی رو سے موت کی تمنا اور دعا کرنا منع ہے لیکن شہادت کے حصول کی تمنا خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں کہ "میں اللہ کے راستے میں قتل کر دیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں پھر قتل کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں پھر قتل کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں" حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دعا احادیث مبارکہ میں منقول ہے۔ "اے اللہ مجھے اپنے راستے میں شہادت عطا فرما۔"

(۱۵) عذاب قبر سے حدیث شریف میں پناہ

مانگی گئی ہے اور شہید کو عذاب قبر اور فتنہ قبر سے امن میں ہونے کی بشارت عطا کی گئی ہے۔ شہید محفوظ ہوتا ہے فتنہ قبر سے۔

(۱۶) عام موت کے وقت کی تکلیف کو تمام تکالیف سے زیادہ قرار دیا گیا ہے اور اس قدر دردناک بتایا گیا ہے کہ قیامت تک اس کا اثر انسان اپنے جسم پہ محسوس کرے گا اور قیامت کے دن جب وہ اٹھایا جائے گا تو اس وقت بھی وہ اس تکلیف اور نزع کے اثر کو اپنے جسم پر محسوس کرے گا لیکن شہید کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ "شہید قتل کی تکلیف اتنی بھی نہیں پاتا جتنی کہ چیونٹی کے کاٹنے سے ہوتی ہے۔"

ترمذی شریف کی ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شہید کے لئے چھ خصوصی انعامات کا تذکرہ فرمایا ہے۔

حضرت یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسلام کی خاطر شہادت کی سعادت حاصل کی تھی۔

آج بھی باطل نے اپنی تمام اسباب اور قوت کے ساتھ اسلام اور مسلمانوں کو مٹانے کے لئے متحد ہو کر افغانستان کی سرزمین پر بمباری کر رہا ہے۔ ہر روز ہزاروں ٹن بارود مار رہا ہے نہتے اور غریب مسلمان اپنے جوش وجذبہ ایمانی کے ساتھ شہادت کے جذبے سے سرشار ان کا مقابلہ کر رہے ہیں۔ امریکا اور اس کے اتحادی برملا یہ اعلان کر رہے ہیں کہ یہ صلیبی جنگ ہے جس میں ہم اسلام اور اس کے ماننے والوں کو صفحہ ہستی سے مٹا کر دم لیں گے۔ ہرگز نہیں مسلمان نہ بزدل ہوتا ہے نہ بے غیرت، مسلمان کے لئے سب سے اہم چیز اس کا ایمان ہے جس کے تحفظ اور بقاء کے لئے وہ جوانمردی سے مقابلہ کر کے شہادت کو اپنے سینے سے لگا کر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے رب کی نعمتوں کا مستحق ہو جاتا ہے بصورت دیگر غازی بن کر واپس لوٹتا ہے۔

یاد رکھئے! مسلمان کو موت سے اتنا ہی پیار ہے جتنا کہ کفار اور مشرکین کو زندگی عزیز اور پیاری ہے۔ مسلمانوں کا مقصد جہاد سے اللہ کے نظام کو اللہ کی زمین پر قائم کرنا اور اس نظام کو قائم کر کے اللہ کی مخلوق کو امن وسکون اور عافیت دینا ہوتا ہے اور اس نظام کے کرہ ارض پر نفاذ کے لئے وہ اپنی جان کو اللہ کی رضا کے لئے قربان کر دیتا ہے لیکن حقیقت میں یہ فنائیت اسے حیات جاودانی کا مژدہ سناتی ہے۔

فنا فی اللہ کی تہ میں بقا کا راز مضمر ہے
جسے مرنا نہیں آتا اسے جینا نہیں آتا

O

(۱) پہلے ہی مرحلے میں مغفرت کر دی جائے گی اور اپنی جنت میں ٹھکانا دیا جاتا ہے۔

(۲) عذاب قبر سے محفوظ کر دیا جاتا ہے اس قیامت کے دن کی ہولناکی سے محفوظ رہتا ہے۔

(۳) اس کے سر پر وقار کا تاج رکھا جائے گا جس کا ایک یاقوت دنیا وما فیہا سے بہتر ہوگا۔

(۴) بہتر حورعین اس کو عطا کی جائیں گی۔

(۵) اپنے ستر رشتہ داروں کے حق میں اس کی شفاعت قبول کی جائے گی۔

ایک روایت میں شہید کو جنت کے واجب ہونے کی بشارت عطا کی گئی ہے۔ اسلام کی سب سے پہلے شہید ایک خاتون حضرت سمیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھیں جنہوں نے اسلام قبول کرنے کی پاداش میں شہادت کو گلے سے لگایا تھا لیکن کلمہ حق "لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ" سے دستبردار نہیں ہوئیں۔ ان کے شوہر

بقیہ: قرآن کی تصویر

قلب کا میل کچیل زبان، آنکھ، کان کے فضلوں سے بڑھ جاتا ہے اور جب یہ اعضاء صاف ہو جائیں گے تو قلب میں بھی صفائی پیدا ہوگی۔ روزہ کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ اس سے فقراء و مساکین پر رحمت کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ کیونکہ جب وہ بھوکا پیاسا رہے گا تو بھوکے پیاسے لوگوں کی تکلیف کا احساس اس کو ہو جائے گا اس کے علاوہ فقراء و مساکین کی موافقت بھی روزہ میں ہے۔ نقل ہے کہ ایک شخص حضرت بشر حافی کی خدمت میں حاضر ہوا۔ سخت سردی کا زمانہ تھا حضرت بشر کو اس شخص نے دیکھا کہ سردی سے کانپ رہے ہیں اور عبا کھونٹی پر لٹکی ہوئی ہے اس شخص نے کہا کہ سخت سردی ہے آپ عبا کیوں نہیں پہن لیتے، کھونٹی پر لٹکانے کا یہ وقت نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا میرے بھائی! فقیر بہت ہیں اور میں اتنی استطاعت نہیں رکھتا کہ سب کے لئے کپڑے فراہم کر کے ... دور کروں اس لئے میں ان کی موافقت ... کر کے اپنے جذبہ ہمدردی کو تسکین دے رہا ہوں۔ (فتح القدیر)

الغرض روزہ رمضان کے ذریعہ تزکیہ باطن نفس کی طہارت اور روح کی پاکیزگی حاصل ہوتی ہے اور ایک بندہ مومن کے لئے سال بھر کی روحانی غذا مہیا ہو جاتی ہے۔ حق تعالیٰ سے خاص تعلق پیدا ہو جاتا ہے اللہ کی رضا کے لئے اپنی خواہشات کو چھوڑ دینے کا جذبہ پیدا ہو جاتا ہے۔ ملائکۃ اللہ کے ساتھ مشابہت نصیب ہوتی ہے اور انسانی ہمدردی غریبوں کی خیرخواہی ناداروں سے شفقت ... ان کی دستگیری جیسے اعلیٰ انسانی اخلاق نکھر جاتے ہیں ... تمام مقاصد ہیں نزول قرآن کے۔

ردقادیانیت پر علماکرام کی

سہ ماہی تربیتی کلاس

- ...... عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی دفتر ملتان میں گاہے بگاہے ردقادیانیت پر تیاری کے لئے فارغ التحصیل علمائے کرام کی سہ ماہی کلاس کا اہتمام کیا جاتا ہے۔
- ...... 10 شوال 1422ھ سے سہ ماہی کلاس جاری کی جارہی ہے۔
- ...... جو حضرات اس میں شریک ہونا چاہیں وہ درخواستیں بھجوادیں۔
- ...... کلاس میں شرکت کے خواہش مند حضرات کا وفاق المدارس العربیہ پاکستان یا کسی مستند دینی ادارہ کا جید جدا میں سند یافتہ ہونا ضروری ہے۔
- ...... ان حضرات کو قیام و خوراک کے علاوہ آٹھ سو روپے ماہانہ وظیفہ بھی دیا جائے گا۔
- ...... ذوق مناظرہ اور شوق تبلیغ رکھنے والے حضرات جو امتحان میں باصلاحیت معلوم ہوں انہیں حسب ضرورت مجلس کے شعبہ تبلیغ میں خدمات کا موقع دیا جاسکتا ہے۔
- ...... جملہ خواہش مند رفقاء سادہ کاغذ پر بمعہ مکمل پتہ کے درخواست بھجوادیں اور سندات ہمراہ لف کریں۔
- ...... تعلیم 10 شوال کو شروع ہوجائے گی۔

درخواست و رابطہ کے لئے:

مرکزی ناظم اعلیٰ

(مولانا) عزیز الرحمن جالندھری

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت حضوری باغ روڈ ملتان فون: 514122

REGD. NO. SS-160

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کے حصول کیلئے

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان

کے درج ذیل منصوبوں میں تعاون فرمائیں

اندرونِ ملک و بیرونِ ملک تبلیغی مشن اور مراکز کا قیام،

پوری دُنیا میں معلمین کی تبلیغی سرگرمیاں اور قادیانیت کے سدّباب کیلئے کوششیں،

- اندرونِ ملک اور بیرونِ ملک مدارس اور مکاتیب قرآن کا مربوط نظام،
- اعلیٰ عدالتوں میں قادیانیت اور ردِ قادیانیت کے موضوعات پر مقدمات میں مسلمانوں کی پیروی
- اندرونِ ملک و بیرونِ ملک ختم نبوت کانفرنسوں اور سیمیناروں کا اہتمام
- ہفت روزہ ختم نبوت کے ذریعے تبلیغی سرگرمیاں،
- چناب نگر ربوہ میں مساجد اور دار المبلغین کا قیام
- انٹرنیٹ کے ذریعے قادیانیت کے پروپیگنڈوں کا جواب،
- ردِ قادیانیت، نزولِ مسیح اور دیگر اہم موضوعات پر سینکڑوں کتابوں کی تصانیف و تقسیم،

ان تمام منصوبوں اور عقیدہ کے تحفظ اور قادیانیت کی ارتدادی سرگرمیوں سے مسلمانوں کو بچانے کیلئے عطیات، زکوٰۃ، صدقات فطرہ کی رقوم سے بھرپور تعاون فرمائیں

شیخ المشائخ مولانا خواجہ خان محمد صاحب
امیر مرکزیہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان

حضرت سید نفیس الحسینی
نائب امیر مرکزیہ

حضرت مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری
مرکزی ناظم اعلیٰ

ترسیل زر کے لئے

مرکزی دفتر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت، حضوری باغ روڈ ملتان فون نمبر: 514122
اکاؤنٹ نمبر 3464 UBL حرم گیٹ برانچ ملتان، پنجاب بینک 310 - 7734 NBL حسین آگاہی ملتان

دفتر ختم نبوت، پرانی نمائش، ایم اے جناح روڈ، کراچی فون 7780337-7780340
اکاؤنٹ نمبر 9-300487 نمائش برانچ - 927 ABL بنوری ٹاؤن برانچ، کراچی

ختم نبوت سینٹر 35-STOCKWELL GREEEN LONDON.SW9. 9HZ. U.K. PHONE: 0171-737-8199